(جملہ حقوق محفوظ)

۴۸۶۷

هٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی

یہ میرا راستہ ہے [illegible]

علامہ علی مجددی عفی عنہ

# طریق النجات

از افاضات عالیہ فاضل اجل عارف اکمل منبع فیوضات قدسی صفات معرفت و حقیقت دستگاہ آیۃ من آیات اللہ مرشد الزمن حضرت مولانا قبلہ محمد حسن صاحب مجددی فاروقی دامت برکاتہم

مع اردو ترجمہ

از عالیجناب فضائلمآب مولانا مولوی حکیم حافظ حضرت آقا محمد ہاشم صاحب مجددی ابن حضرت مصنف عم فیضہم

زیر نگرانی

ابو الریاض حکیم معراج الدین احمد مدیر اخبار الفقیہ

امرتسر

# فہرست مضامین طریق النجات


| مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|
| دیباچہ از مترجم | ۱ | شعر و خوش طبعی | ۱۳۵ |
| تمہید | ۵ | ذم تمسخر و کذب | ۱۳۶ |
| عقائد | ۳ | مذمت غیبت | ۱۳۷ |
| محبت آل و اصحاب | ۳۰ | چغلی کی مذمت | ۱۳۹ |
| ادلۂ اربعہ | ۶۲ | شکم پری کی مذمت | ۱۴۱ |
| ضرورت تقلید | ۶۹ | فضیلت جوع | ۱۴۲ |
| تعریف و تقسیم بدعت | ۸۳ | منجیات | ۱۴۳ |
| اعمال بدنیہ | ۸۵ | فضیلت صبر | ۱۴۶ |
| نماز کا بیان | ۹۳ | فضیلت شکر | ۱۴۸ |
| روزے کا بیان | ۱۰۳ | امید و بیم | ۱۵۲ |
| حج کا بیان | ۱۰۷ | خوف کا بیان | ۱۵۵ |
| زکوٰۃ کا بیان | ۱۱۳ | بیان زہد و فقر | ۱۵۹ |
| اعمال روحانیہ | ۱۱۵ | مدح توکل | ۱۶۲ |
| ذم غضب | ۱۲۳ | محبت الٰہی | ۱۶۵ |
| ذم کینہ و حسد | ۱۲۷ | فضیلت رضا | ۱۷۰ |
| ذم بخل و محبت مال | ۱۲۸ | فضیلت اخلاص | ۱۷۶ |
| ذم حرص و طمع و مدح قناعت | ۱۲۹ | فضیلت صدق | ۱۸۲ |
| ذم جہل | ۱۳۰ | انتخاب حِکم | ۱۸۴ |
| ذم ریاء | ۱۳۱ | مناجات | ۲۲۵ |
| ذم کبر | ۱۳۲ | رسالہ تنویر در بیان مسئلۂ تقدیر | ۲۲۷ |
| آفات لسانیہ | ۱۳۳ | قصیدۂ تائیہ | ۲۳۶ |
| ذم بدزبانی | ۱۳۴ | مسئلۂ روح | ۲۳۸ |
| | | تقریظات علمائے کرام | ۲۵۰ |

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم

# عرضِ مترجم

ناظرین محترم! مسلمانوں پر ادبار اور پستی کا جو ہلاکت آفرین دور آجکل گذر رہا ہے اس کی تباہی و بربادی کا حوصلہ شکن احساس کچھ اہلِ نظر حضرات ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ بلحاظ تعداد افراد بجا ہے مسلمانوں کی کچھ ترقی ہو رہی ہو لیکن اس واضح حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بحیثیت قوم، ملت مسلمان تنزل کے تاریک گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ معاش اور معاد کے جتنے صیغے اور سلسلے ہیں سب میں وہ اوجِ کمال سے حضیضِ زوال کی طرف اپنی ہی بدکرداری اور بد دماغی کی وجہ سے حرکت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک صاحبِ بصیرت تنزل کی اس زہریلی ہوا کو پھیلتے ہوئے دیکھ کر پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اگر حفاظتِ الٰہی کا تریاق نہ ہوتا تو یقیناً مسلمان آج سے بہت پہلے عرصۂ حیات کو طے کئے ہوئے دیکھے جاتے۔

ادبار و فلاکت کے اس مرضِ مزمن کی اذیتوں سے اگرچہ اب وہ خوگر ہو گئے ہیں اور ایک عرصہ سے شدائد و مصائب کے پے درپے ورود نے ان کے اعضاء کو بے حس سا بنا دیا ہے۔ لیکن خنجرِ قدرت نے اس دور میں ان کے دیرینہ زخموں پر کچھ ایسے پیہم چرکے لگائے ہیں کہ ان میں دوبارہ تازہ خون بھر آیا ہے اور رگوں میں احساس کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ خدا خدا کر کے اب انہیں اتنا معلوم ہو گیا ہے۔ کہ ہم بھی کوئی وجود رکھتے ہیں اور ہمیں بھی دنیا میں رہنا ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ پھر ایک مرتبہ مداوا و معالجہ کا خیال ان کے دماغ پر مستولی ہو گیا ہے اور طویل علالت کی کمزوریوں نے انہیں اپنی زائل شدہ طاقت حاصل کرنے

کیلئے اِدہر اُدہر ہاتھ پیر مارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمدرد مصلحین نے اپنے نظریہ کے ماتحت مختلف تشخیصیں کیں۔ اور مختلف نسخے تجویز فرمائے۔ علمی پستی کو دیکھکر بعض علم دوست حضرات نے کالج کھلوائے۔ اقتصادی تنزل کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ دولت جوازِ سُود کے فتوے دینے لگے۔ اسی طرح جس شعبے سے جس کو زیادہ دلچسپی تھی انہوں نے وہی کوتاہی محسوس کر کے اسی کی ترقی میں کوشش کی۔

لیکن افسوس کہ مریضِ جان بلب کی حالت دن بدن ابتر و نازک ہوتی گئی اور "مرض بڑہتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مصرعہ واقعۃً ثابت ہوتا گیا۔

وجہ کیا ہے کہ طریقِ علاج میں غلطی کی گئی۔ اور اصل مرض کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ازالۂ عوارض ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اور اس برگزیدہ حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف اور فطری تعلیمات کو بھول کر اپنی ہی ناقص عقل کے گورکھ دھندوں میں مریض کو الجھا کر مرض کی کیفیت و نوعیت کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دنیا کو روتے تھے۔ اب اس کے ساتھ دین بھی کھو بیٹھے"۔

اسی بناء پر تجربہ کار نباضوں نے جن کی معاملہ فہم نظر مرض کی تہ تک پہونچ گئی ہے۔ معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تہیہ کر لیا اور فیصلہ فرما دیا کہ اس حالت میں کیوں پھر اس اکسیری نسخے کو نہ آزمایا جائے۔ جس نے صاحب فراش مریض عرب کو ایک آن میں اس قدر طاقتور جوانمرد بنا دیا تھا۔ کہ سارے عالم کے رستموں کو اس نے گرد کر دیا۔ وہ نسخہ کوئی صدری اور پوشیدہ نسخہ نہیں۔ وہ نسخہ وہی ہے جس کو طبیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفحۂ دہر پر دنیا کے سب سے زیادہ مقبول نسخے (قرآن) کی صورت میں چھوڑا ہے۔ اس نسخے کے اسرار سمجھانیوالے بھی دنیا میں اپنے مذاق اور استعداد کے موافق مختلف پیدا ہوئے۔ یعنی بعض نے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا۔ اور بعض نے اس کو مادیات کی ایک کتاب جانا۔ اور بعض نے اس کو محض روحانیات ہی کا سلّم سمجھا۔ لیکن افسوس کہ یہ تیر بہدف نسخہ ان سب صورتوں میں نہ کچھ ایسا زیادہ مؤثر اور نہ ایسا کایا کلپ ثابت ہوا۔ جیسا کہ پہلے پہل اس کے بنانیوالے کالی کملیا والے حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر اکسیر بنا تھا

بات کیا تھی کہ وہ اپنے اصلی اوزان اور ترکیب کے ساتھ نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ یا تو اپنی ناتجربہ کاری سے۔ اور اپنی کوتاہ عقل کے بل بوتے پر یا تو بعض اجزاء کو بالکل بدل دیا جاتا تھا۔ یا ان میں تغیر و تبدل کرکے نسخہ کی اصلیت کو بگاڑ دیا جاتا تھا۔

اب جبکہ مریض قوم کی حالت قریب الموت تھی تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے اسی نسخۂ حیات بخش و جانفزا کی ترکیب و ترتیب کے لئے اپنے بندوں میں سے (حضرت) مصنفِ کتاب طریق النجات" کا شرح صدر فرمایا۔ جنہوں نے اس کے اسرار و رموز کو نہایت سہل طریقہ پر اُسی زبان میں کھول دیا۔ اور مسلمانوں کے سامنے وہ نسخہ اصلی صورت میں لاکر ایسا روشن لائحہ عمل پیش کیا ہے جس کو دستور العمل بنانے کے بعد معاش اور معاد کے سب شعبے ایسے ہی مکمل اور اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اس کو پہلی بار آزمانے کے زمانے (خیر القرون) میں شاندار اور بلند پایہ ہوئے تھے:

مجھ جیسے بے مایہ کو انہیں کا ارشاد ہوا کہ اسکا ترجمہ سلیس اُردو میں ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ارشاد کی تعمیل کو سعادتِ دارین سمجھکر اپنی بساط کے موافق اس کام کو ختم کیا ہے اور جو کچھ مجھ سے بن پڑا ہے ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سہل و ممتنع کام کی الجھنوں اور دشواریوں کا کچھ وہی حضرات بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جنکو کبھی عربی سے اُردو ترجمہ کرنے کا اتفاق ہُوا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ عربی کی طرز تحریر۔ جملوں کی ترکیب محاورہ کی نوعیت۔ غرضیکہ ہر ایک چیز اُردو سے بالکل مختلف اور جداگانہ واقع ہوئی ہے۔ اب اگر تحت اللفظ ترجمہ کیا جائے تو شاید گلابی اُردو کی طرح ایک عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کرلے۔ اور اگر متن سے قطع نظر کی جائے تو ترجمے کی شان باقی نہیں رہتی۔ اور بہت ممکن ہے کہ اصل و ترجمے کے مابین مغائرت کی ایک عمیق خلیج حائل ہو جائے۔ چنانچہ انہی مجبوریوں سے میں نے جہانتک ہو سکا ہے اپنی کوشش اس میں صرف کی ہے کہ ترجمہ متن کے قریب قریب ہو نیکے باوجود بامحاورہ بھی ہو۔ اور اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے۔ اسی لئے بعض جگہ کچھ جملے بڑھانے گئے ہیں۔ اور کہیں بین القوسین (بریکٹ) سے کام لیا گیا ہے لیکن قرآن مجید کی آیتوں

اور حدیثوں کے ترجمے دستورِ عام کے مطابق اکثر تحت اللفظ ہی لکھ دیئے گئے ہیں۔ کمال احتیاط و محنت کے باوصف پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں غلطیاں یا خامیاں رہ گئی ہوں۔ خطا کار بندہ سے خطائیں ہی سرزد ہوتی ہیں۔
امید ہے کہ معزز ناظرین صفتِ خطا پوشی سے متصف ہو کر مجھے دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔ کیا عجب کہ ذرہ نواز سرکار اس ناچیز خدمت کے صلہ میں اس اکسیر کے ایک ذرّے سے میرے مس قلب کو کندن بنا دے۔ ؎

**نظرت کیمیا است گر نگری**
**کہ مسِ قلبِ من چو زر گردد**

وجئنا ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یحب المتصدقین۔

فقط والسلام

**حافظ محمد ہاشم مجددی**

ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدرآباد سندھ } ۲۵ - جون سنہ ۱۹۳۱ء

بسم الله الرحمن الرحيم

رب اني لما انزلت الي من خير
فقير اسئلك العصمة والسداد
واعوذبك من الزيغ والالحاد
سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا
انك انت العليم الحكيم۔

صل وسلم وبارك علی
سيدنا محمد المصطفی صاحب
قاب قوسين او ادنی كما
يليق بعظيم شانه ويكون
احری وعلی اله واصحابه البررة
التقی وعلی من تبعهم
بالاحسان
والرضی

امابعد فاعلم وفقك
الله تعالی لما يحب ويرضی
وجنبك عما تضل وتطغی
ان مبنی النجاة الاخروية
علی الاعتقاد الصادق الجازم
بما وعد الله ورسوله
من امور الآخرة المخالفة في
لعقولنا لما قصرنا كاحياء الموتی
بعد الفناء وعذاب القبر
للفجار مع سلامة جسد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے پروردگار! تیری اس خیر کا جو تم نے مجھپر
نازل فرمائی ہے میں محتاج ہوں۔ تیری بارگاہ
سے عصمت وراہ راست طلب کرتا ہوں۔ اور
گمراہی وکجروی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری ہی
مقدس ذات کو پاکیزگی سزاوار ہے۔ ہم کچھ
نہیں جانتے۔ مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے
بیشک تو دانا اور صاحب حکمت ہے"۔

ہمارے آقا ومولا محمد مصطفی صاحب قاب
قوسین او ادنی پر وہ رحمتیں، سلام، و برکتیں بھیج
جو آپکی شان عظیم کے لائق ومناسب ہوں۔
نیز آپکے نیک وپرہیزگار آل واصحاب کو
اور خوبی ورضامندی سے انکے تابع ہونیوالوں
کو بھی ایسا ہی مورد الطاف فرما"۔

امابعد جاننا چاہیئے، توفیق دے تمہیں
خداوند تعالی ان کاموں کی جنکو وہ دوست
اور پسند رکھتا ہے اور بچائے رکھے تمہیں
ان چیزوں سے جو گمراہی اور سرکشی کی باعث
ہوں کہ نجات اخروی کا مدار ایسے سچے اعتقاد
پر ہے جو کہ امور آخرت کے متعلق اپنی سمجھ کی
نارسائی اور عقل کی مخالفت وانکار کے باوجود
بھی اللہ ورسول کے وعدہ پر ثابت وپختہ ہے
جیسے فنا کے بعد مردوں کا زندہ کرنا۔

(۲) کافر وفاجر کیلئے عذاب قبر کا ہونا۔ باوصف

المیت وعلامہ ردیۃ آثار العذاب علیہ والحشر والنشر والمیزان حیث توزن الاعمال وھی من الاعراض والصراط وھو ادق من الشعر واحد من السیف ویمر علیہ بعضھم کالبرق الخاطف وبعضھم کالریح العاصف وبعضھم کالراکب بعضھم کالماشی وبعضھم یحبو حبوا ولبعد ذلک امار وح وریحان الجنۃ واما عذاب وخسران جھنم وقد انکر جمیع ذلک من کان فی قلبہ مرض اتباع عقولھم الناقصۃ والایمان الکامل الیقین الجازم بما نطق بہ القرآن او اخبر بہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی صحیح الحدیث وان کانت عقولنا الناقصۃ تابی من ذالک وان عقولنا لیست

اس کے کہ میت کا جسم سالم رہتا ہے اور بظاہر عذاب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

(۳) حشر ونشر کا ہونا۔

(۴) نیک و بد اعمال کا تولنا۔ حالانکہ اعمال اعراض ہیں جو تُلنے کے قابل نہیں۔

(۵) صراط کو تسلیم کرنا۔ اس سے مراد وہ پُل ہے جو قیامت کے دن دوزخ پر رکھا جائیگا اور اس سے بُرے اور بھلے سب گذرینگے۔ حالانکہ وہ پُل بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہوگا بعض لوگ اس سے اسقدر جلد گذر جائینگے جیسے بجلی کوند جاتی ہے اور بعض تیز ہوا کی طرح گذر جائینگے بعض کی رفتار سوار کے برابر ہوگی۔ بعض ایسا چلینگے جیسے پاپیادہ آدمی چلتا ہے۔ اور بعض پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے (جیسا کہ بچہ چلتا ہے) جائینگے۔ اس کے بعد یا تو جنت کی نعمتیں اور راحتیں سامنے ہونگی یا دوزخ کے عذاب وخواری سے پالا پڑیگا۔

ان سب امور اخرویہ کا وہ لوگ جن کے دل میں اپنی عقل ناقص کی پیروی کا مرض موجود ہے، انکار کر بیٹھتے ہیں

اور ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ کلام مجید میں آچکا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امور احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکے ان پر پختہ یقین ہو۔ اگرچہ ہماری سمجھ میں وہ باتیں نہ سما سکتی ہوں۔ اور فی الحقیقت ہماری عقل

كما فيه في ادراك المغيبات والامور الخارقة للعادات والدليل على نقصان عقولنا المشاهدة للامور العظيمة العجيبة التى احدثها الحكماء الاوربية فى هذا الزمان من طيران الاجسام الثقيلة فى الهواء وقطع مسافة الشهر فى اقل من نصف اليوم و حبس الصوت فى الآلة الفونوية وحكاية ذالك الصوت كما كان من غير زيادة ولا نقصان وسماع الاصوات من اقصى البلاد فى الكرة الارضية بذريعة الصناديق التى احدثوها والتغرافات الهوائية وغير ذالك مما يحار فيه العقول لا يهتدى الى كنه صنعتها الا من كان ممارسا لتلك الصنعة فهل يقبل عقل العقلا قديما وجود هذه الامور قبل الايجاد كذالك امور الاخرة

امور غیب اور ان امور کو، جو عادات مستمرہ کے خلاف واقع ہوتے ہوں پا بھی نہیں سکتی ؟ ہم لوگوں کے نقصان عقل اور کوتاہی پر یہی دلیل کافی ہے کہ آئے دن یورپ کے فلاسفروں کی نت نئی عجیب و غریب ایجادیں دیکھ کر ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

جیسے بھاری بوجھل چیزوں کو ہوا میں اڑا دا (اشارہ ہے ہوائی جہاز کی طرف)

دنوں میں مہینوں کی مسافت طے کرجانا

آواز کو فونوگراف میں بند کردینا اور اسکا بغیر کمی بیشی کے اس آواز کو ادا کرنا۔

نہایت دور دراز ممالک کے بذریعہ ان بجلوں کے جن کو آجکل ایجاد کیا گیا ہے (اشارہ ہے ریڈیو RADIO کی طرف) آواز سننا۔

اور جیسے ہوائی ٹیلیگراف وغیرہ وہ چیزیں جن کو دیکھکر عقل حیران رہ جاتی ہے اور جن کی کنہ حقیقت تک اُس شخص کے علاوہ جو ان ایجادات میں مہارت رکھتا ہو کسی کی پرواز عقل نہیں پہونچتی۔

تو کیا ان عجائبات کے ایجاد سے پہلے اگلے اور پچھلے دانشمند ان کے وجود کو تسلیم کرتے ؟

بالکل اسی طرح سے وہ امور آخرت جو کلام مجید میں مذکور ہیں ضرور واقع ہونیوالے ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل اس کی مخالفت پر تلی رہے ؟

ایک ایسے شخص سے جسپر مجھے اعتماد ہے

التی نطق بھا القرآن واقعة
لا محالة وان کان العقل یاباھا
سمعت ممن اثق بہ ان احدا
من عظماء السند ذھب الی
بلاد الانکلیز قبل ھذہ السنة
بنحو من سبعین سنة ورای
ھناك الباخرة البریة المسماة
بالریل فلما رجع الی السند
اخبر بما رأی فکذبہ اھل
السند قاطبة ونسبوہ الی
الجنون فما رای مخلصا الا
السکوت فلما احدث الریل
فی السند ورأوہ عیانا ندموا
علی تکذیبھم ایاہ وعلموا
انہ کان صادقا فیما اخبر و
ھذا کلہ من قصور افھامنا
وقلة عقولنا حیث ما نفھم
الا المحسوسات وما نصدق الا المالوفات
فالنجات فی الاذعان والتسلیم
واطمینان القلب بالیقین الجازم
بما نطق بہ القرآن او اخبر بہ الصادق
الامین صلی اللہ علیہ وسلم من غیر
تردد وتمحل وتسوف وتاویل قال
اللہ تعالی فی محکم کتابہ الم ذلک

میں نے سنا ہے کہ سندھ کے رئیسوں میں سے ایک
صاحب تقریباً ستر برس پہلے یورپ گئے تھے وہیں
انہوں نے پہلے پہل ریل گاڑی دیکھی۔ جب لوٹ
کر سندھ آئے تو اس حیرت افزا چیز کا تذکرہ کرنے
لگے اس بات پر سب لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور
اس کو دیوانہ کہنے لگے۔ بیچارے نے سوائے اس کے
چھٹکارا نہ دیکھا کہ خاموشی اختیار کرے۔ پھر جبکہ
سندھ میں بھی ریل چلنے لگی اور سب نے اپنی آنکھوں
سے دیکھ لی۔ تب اس کے جھٹلانے پر پشیمان ہوئے
اور جان گئے کہ واقعی اسکا کہنا ٹھیک تھا"
یہ ساری خرابی ہماری کوتاہ بینی اور قصور عقل ہی
کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ہمارا فہم محسوسات سے
آگے نہیں بڑھتا اور ہماری تصدیق معلومات اور
مالوفات کے دائرہ کے اندر ہی بند رہتی ہے پس
نجات اسی میں ہے کہ جو کلام مجید میں آچکا ہے یا
جو کچھ امین صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے۔ اس پر ایمان لاکر تسلیم کریں۔ یہاں تک کہ اپنے
پختہ یقین پر اطمینان قلب کا درجہ حاصل ہو جائے
اور اس میں کسی قسم کے تردد یا حیلہ جوئی کی آمیزش
نہ ہو اور پس وپیش یا تاویل کی گنجائش نہ رہے
حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے الم
یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ
نہیں۔ ان پرہیزگاروں کے لئے (اپنے اندر) ہدایت
رکھتی ہے۔ جو (امور) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

الکتاب لاریب فیہ ھدی
للمتقین الذین یومنون بالغیب
واکثر قصص القرآن العظیم
من ھذا القبیل یعنی من الامور
التی یاباھا العقول المعاشیۃ
کقصۃ قتیل بنی اسرائیل و
احیائہ بضرب بعض اعضاء البقرۃ
علیہ واخبارہ بالقاتل وکقصۃ
موت عزیر علیہ السلام مع
دابتہ واحیائہ بعد مائۃ عام و
کقصۃ ذبح الخلیل علیہ السلام
اربعۃ من الطیور وخلط لحم
بعضھا ببعض ووضع اجزاء
اللحم علی الجبال واحیاء الجمیع
بدعائہ وکقصۃ اصحاب
الکھف ونومھم فی
الغار ثلثمائۃ سنۃ و
تسع سنین ویقظتھم بعد
ذلک مع سلامۃ اجسادھم
وعقولھم وکقصۃ الخضر
مع موسی علیہما السلام و
کقصۃ نزول المن والسلوی
من السماء علی امۃ موسی و
عیسی علیہما السلام

اور اکثر قرآن مجید کے قصے اسی قسم کے ہیں کہ عقل معاشی (دنیاوی سمجھ) انکا انکار کر دیتی ہے۔ چنانچہ امثال کے طور پر مختصراً کچھ قصے لکھے جاتے ہیں تفصیل کلام مجید اور تفاسیر میں دیکھنا چاہئے)

بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا جبکہ گائے کے بعض اجزا اس پر مارے گئے زندہ ہو جانا اور اپنے قاتل کا پتہ تبلانا"

حضرت عزیر علیہ السلام کا انتقال کر جانا۔ اور آپکے گدھے کا مرجانا اور سو سال کے بعد زندہ ہونا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو ذبح کرکے ان کے گوشت کو قیمہ بنا کر آپس میں خلط ملط کرنا اور تھوڑا تھوڑا حصہ متفرق پہاڑوں پر رکھکر انکو بلانا۔ اس پر سبکے اعضاء کا اصلی حالت پر آپس میں ملجانا اور پرندوں کا آپکے پکارنے سے دوبارہ زندہ ہو جانا"

اصحاب کہف کا تین سو نو ۳۰۹ برس تک غار میں سونا اور پھر اتنی مدت کے بعد بحالت ہوش وحواس و سلامتی بدن بیدار ہونا"

حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے رفاقت اور اس قصے کے محیر العقول واقعات"

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت پر من (ترنجبین) اور سلویٰ (بٹیریں) کا آسمان سے نازل ہونا"

وكقصة هلاك فرعون وقومه
في البحر ومرور موسى مع
قومه من ذلك البحر بالسلامة
وكقصة هلاك قوم لوط
عليه السلام بانقلاب الارض
عليهم وكقصة هلاك قوم
هود عليه السلام بالريح
العاصف وهلاك قوم صالح
عليه السلام بالصيحة وكقصة
تلقم الحوت يونس عليه السلام
والقائه بعد ثلاثة ايام او
اكثر وكقصة عمل الجن لسليمان
عليه السلام محاريب وتماثيل
وجفان كالجوابي وقدور
الراسيات مع انهم اجسام
لطيفة وكقصة اتيان عرش
بلقيس بدعوة من عنده علم
الكتاب من قبل ان يرتد
اليه طرفه وكقصة خروج
ناقة صالح عليه السلام من
الحجر ودخول فصيلها بعد
عقرها في الحجر وكقصة هلاك
عسكر ابرهة بالطيور
الابابيل حيث ترميهم بحجارة من

حضرت موسیٰ مع اپنی قوم کے ساتھ دریا سے بسلامت گذر جانا اور فرعون اور اس کی قوم کا غرق اور ہلاک ہو جانا۔

لوط علیہ السلام کی قوم پر زمین کا الٹ پڑنا اور اس طرح سے ان کا ہلاک ہونا۔

قوم ہود علیہ السلام کو تیز ہوا کے عذاب سے ہلاک کرنا۔

قوم صالح علیہ السلام کا جبرئیل علیہ السلام کی چیخ کی ہیبت سے ہلاک ہونا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگل جانا اور تین یا زیادہ دنوں کے بعد اگل دینا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جنوں کا باوصف اجسام لطیفہ (ناری مادہ سے مخلوق) ہونے کے محرابیں اور تصویریں بنانا اور حوض کے برابر لگن اور نہ ہلنے والی دیگیں تیار کرنا۔

ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عالم کتاب (یعنی آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان) کی دعا سے پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ جانا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پتھر کے ٹیلے سے اونٹنی کا نکلنا اور اسکی کونچیں کاٹنے کے بعد اس کے بچے کا پھر اس ٹیلے کے اندر چلا جانا

ابرہہ (شاہ یمن) کے لشکر کا ابابیل پرندوں کے پختہ کنکریاں برسانے سے ہلاک ہونا۔

بتجيل وكقصة رفع عيسى عليه السلام الى السماء بجسده العنصري وحيوته في السماء الوفًا من السنين وكقصة المعراج لنبينا صلى الله عليه وسلم بجسده العنصري الى السموات العلى ثم الى سدرة المنتهى ثم الى قاب قوسين او ادنى وملاقاته مع الانبياء عليه وعليهم الصلوٰت و التسليمات ورجوعه الى مضجعه في بعض الليل حيث لم يبرد مضجعه ولم تسكن حركة حلقة بابه وامثال ذالك من القصص العجيبة الغريبة التي اخبر الله سبحانه نبيه المصطفى صلى الله عليه وسلم في القرآن العظيم ولا سبيل الى صحة تلك القصص للعقل الناقص المعاشي واما العقل الكامل المعادي فانه يهتدي اليه بالقبول واليقين الجازم المستفاض من انوار النبوة و منادي الحق ينادي بلسان الحال ايها المغرور دع عقلك وتعال ـ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کیساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور ہزاروں برس تک انکا زندہ رکھنا ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم اطہر عنصری کے ساتھ معراج کے قصے میں بلند آسمانوں تک جانا۔ پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے جانا، اور پھر وہاں سے آگے مقام قاب قوسین تک آپکا پہنچنا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ایسے لمبے سفر سے اتنی دیر میں لوٹ آنا کہ آپکی خوابگاہ ابھی ٹھنڈی نہ ہونے پائی تھی اور دروازے کا کنڈا ہل رہا تھا۔

یہ اور ان جیسے اور عجیب و غریب قصے جنکی خبر حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں دی ہے ایسے ہیں کہ عقل ناقص انکو صحیح تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

برخلاف اس کے وہ عقل کامل کہ جو معادی (اخروی) ہے ان کے قبول کرنے پر ہدایت یاب ہے اور انوار نبوت سے فیضیاب ہوکر ان پر پختہ یقین رکھتی ہے۔

اس لئے منادیٔ حق زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ "اے فریب خوردہ"! اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!"

قال الخلیل علیہ السلام رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی لما کان احیاء الموتی بعد البلی خلاف العقل ولا شک ان الخلیل کان مومنا بہ لکنہ اراد رؤیۃ قدرۃ اللہ تعالیٰ فی کیفیۃ احیاء الموتی واراد ان ینظر عجائب قدرتہ رأی العین کما کان یومن بہ رأی القلب وھذا السؤال من جملۃ رموز الخلۃ والمحبۃ فقال تعالیٰ وتقدس لخلیلہ علیٰ ذلک الرمز اولم تؤمن باحیاء الموتی ایھا الخلیل علیٰ سبیل الاستخبار وان کان اللہ یعلم انہ مؤمن بہ فقال الخلیل بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی ای اومن بہ قلبا ایمانا جازما یقینیا لکن لما کانت القضیۃ مخالفۃ للعقل والعقل متحیر فیھا وتحیر العقل تعارض ایمان القلب فاضطرب القلب وطلب عونا وھو رؤیۃ العین حتی یصیر ذلک الایمان بدیھیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے یہ استدعا کی کہ اے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ تو کس طرح مُردے زندہ کرتا ہے! حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم، کیا (اس پر) تم ایمان نہیں لاتے (ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا کہ بیشک (اس پر میرا ایمان ہے) لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔ حضرت خلیل کو اگرچہ اس پر پختہ ایمان تھا لیکن چونکہ مردوں کا بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا خلاف عقل تھا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مُردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں اور جسطرح سے کہ قلب اپنی نظر کی بنا پر ایمان کامل رکھتا ہے آنکھیں بھی عجائبات قدرت کے کرشموں سے بہرہ اندوز ہوں اور چونکہ یہ سوال رموز خلت و محبت کے قبیل سے تھا اسی رمز کی بنا پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے خلیل! کیا تو مُردوں کے زندہ کرنے پر ایمان نہیں رکھتا؟ اگرچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کا علم تھا۔ لیکن پھر انہیں کی زبان سے کہلوانے کے لئے یہ ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیل نے صاف کہدیا کہ بلیٰ یعنی بیشک اس قدرت پر مجھے قلبی پختہ یقین ہے لیکن بظاہر چونکہ یہ صورت عقل کے مخالف ہے اور عقل اس حالت میں سراسیمہ رہجاتی ہے اس لئے محض بلحاظ اطمینان قلب تاکہ تحیر عقل سے جو اضطراب قلب کو لاحق ہوا ہے۔ رائی العین یعنی

قال تعالیٰ فخذ اربعة من الطير الی
آخر القصة ۔ وقال العزیر علیہ
السلام انّیٰ یحیی هذه الله بعد
موتها فلفظة انّیٰ بعد ایمانه
باحیاء الموتی صریحة فی کیفیة
الاحیاء لا فی نفس الاحیاء
فاراه الله تعالیٰ کیفیة ذلك
بان اماته الله مائة عام ثم
بعثه ثم سأله علی سبیل الامتحان
کم لبثت یا عزیر قال لبثت
یوما او بعض یوم لما کان
اماته وقت الصبح واحیاءه
وقت العصر ظن ان حیوته
بعد مماته وقع فی ذلك الیوم
قال تعالیٰ وتقدس بل لبثت
مائة عام فانظر الی طعامك و
شرابك لم یتسنه وانظر
الی حمارك ولنجعلك آیة للناس
وانظر الی العظام کیف ننشزها
ثم نکسوها لحما فلما رأی تلك
القصة برأی العین قال اعلم
ان الله علی کل شئ قدیر وقال
الکلیم رب ارنی انظر الیك
فسؤل النظر الیه بعد ایمانه

مشاہدہ کی مدد سے اس کو زائل کرلیں اور ایمان بدیہی حاصل ہوجائے ۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اچھا چار پرندوں کو پکڑو ۔ آخر قصے تک ۔ ۔ ۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے ایک اجڑی ہوئی بستی کو دیکھ کر کہا تھا کہ ایسے ویرانے کو خداوند تعالیٰ کیونکر بسائیگا ۔ لفظ "کیونکر" صاف بتلا رہا ہے کہ مُردوں کے زندہ کرنے پر ایمان رکھنے کے ساتھ کیفیت زندگانی کا سوال ہے ۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اسکی کیفیت انہیں دکھلادی کہ سو سال تک ان کو مُردہ رکھا اس کے بعد انہیں زندگی بخشی اور بطریق استخبار ان سے دریافت فرمایا کہ تم (یہاں پر) کتنا زمانہ ٹھیرے ہو عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایکدن کامل یا دن کا اکثر حصہ ٹھیرا ہوں ۔ "چونکہ حضرت عزیر کی موت صبح کے وقت واقع ہوئی تھی اور عصر کے وقت دوبارہ زندگی پائی تھی تو آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ آج ہی کا واقعہ ہے ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ تم سو برس تک ٹھیرے ہو ۔ پس دیکھ اپنے کھانے اور پینے کی طرف کہ (ابھی) سڑا تک نہیں اور اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کیونکر ہم انکا ڈھانچ بناتے ہیں پھر ان کو گوشت پہنادیتے ہیں ۔"

جب اس سارے قصے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تو کہنے لگے کہ "بیشک ! مجھے اب یقین کامل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے ۔"

حضرت موسیٰ کا یہ سوال کہ اے رب ! مجھے اپنے

برؤیة الله تعالیٰ فی الآخرة بلا
کیف کذلك کان لاطمئنان
قلبه برؤیة الله تعالیٰ رأی
العین لان العقل یأبی رؤیة
بلاکیف فقال له تعالیٰ وتقدس
ایها الکلیم انك فی هذه الدار
الفانیة لا تستطیع رؤیتی التی
هی من النعم الاخرویة الباقیة
فان لو تعلم ذلك فانظر الی
الجبل الذی انجلی علیه ببعض
شوئی فان استطاع الجبل مع
صلابته وعظمه وعدم حیوته
الحیوانیة واستقر مکانه فسوف
ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله
دکًا وصار قطعا متلاشیة من
هیبة الله تعالیٰ وخر الکلیم
صعقا من دهشة ذلك المقام
فلما افاق استغفر من ذلك
الطلب وقال تبت سبحانك
الیك من طلب رؤیتك فی
هذه الدار وانا اول المؤمنین
برؤیتك فی الدار الآخرة
فسؤال الخلیل والکلیم و
العزیر علیهم السلام

مشاہدہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اسی طرح اطمینان قلب کی خاطر تھا اس لئے کہ آخرت میں جو دیدار الٰہی بلاکیف ہونیوالا ہے اسپر آپ ایمان رکھتے تھے لیکن چونکہ دیدار بلاکیف سے عقل منکر ہے آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور ایکدفعہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ: اے کلیم! اس دنیائے فانی میں بھلا اس دیدار کی تاب کہاں لا سکتے ہو، جو آخرت کی پائدار نعمتوں میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے: اگر اس بات کی سمجھ میں دقت ہو رہی ہے تو پھر اچھا ہے! ایک جھلک پہاڑ پر ڈالی جاتی ہے اگر وہ اپنی بڑائی، سختی، صلابت، اور بیجان ہونے کے باوجود اس جھلک کو سنبھال سکا اور اپنے مکان پر ٹھیرا رہا پھر تم بھی دیکھ سکو گے لیکن جب حضرت ربوبیت نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا اور ہیبت خداوندی سے اس کے پراگندہ ٹکڑے تتر بتر ہو گئے اور حضرت کلیم اس مقام کی دہشت سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب آپکو افاقہ ہوا تو اس بے جا سوال پر استغفار پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ تقدس وپاکی تمہیں ہی سزاوار ہے اس دنیا میں دیدار کے طلب کرنے سے میں توبہ کرتا ہوں اور آخرت کے دیدار پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں"

اگر غور کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت

كلهم على نمط واحد من
اطمينان القلب بالامور المخالفة
للعقل ولما كان نبينا وسيدنا
محمد المصطفى صلى الله عليه وآله
وسلم في غاية من الاطمينان
ما طلب الاطمينان قط وما احوجه
الله الى ذلك السوال ولكن
قال له وعلمك ما لم تكن تعلم و
كان فضل الله عليك عظيما و
من جملة ما علم احياء الموتى و
رؤية الله تعالى بلا كيف و
اكثر ما كان وما سيكون حتى
ان احدا من خواص اولياء
امته يقول لو كشف
الغطاء ما ازددت
يقيناً[1] ولما كان الحبيب
صلى الله عليه
وسلم
مامور
باتباع ملة الخليل
وهو

خلیل یا حضرت کلیم اور حضرت عزیر علیہم السلام سب کا سوال ایک ہی ڈھب کا ہے یعنی وہ باتیں جو مخالف عقل ہیں۔ ان کے لئے اطمینان قلب کے اسباب طلب کرنا۔

لیکن ہمارے آقا و مولا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداہی سے اس قدر اطمینان رکھتے ہیں کہ کبھی بھی اطمینان کے طالب نہ ہوئے اور خداوند تعالیٰ نے انہیں اسکا محتاج بنایا بلکہ یہ فرمایا کہ "جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب تمہیں سکھا دیا ہے اور فی الواقع خداوند تعالیٰ کا تم پر بڑا احسان ہے"

منجملہ ان امور کے مردوں کا زندہ کرنا۔

اور بلا کیف دیدار الٰہی سے (شب معراج شریف میں) مشرف ہونا ہے۔

اور اکثر وہ باتیں جو ہو گئی ہیں یا ہونیوالی ہیں ان کا بھی آپکو کامل علم عطا کیا گیا۔ یہانتک کہ اولیائے امت کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ "اگر یہ پردہ آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جائے تب بھی میرے علم ویقین میں اضافہ نہ ہو"[1]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ اطمینان کلی عطا فرمایا گیا ہے مگر چونکہ بارگاہ الٰہی سے

---

[1] ولا يلزم من هذا افضلية غير النبي على النبي كما زعم لان الفضيلة الجزئية لا تصادم الفضل الكلي ۔۔ منه

[1] کسی نے کیا اچھا کہا ہے

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی!

(مترجم)

بعونہ تعالیٰ کان مستغنیا عن طلب الاطمئنان فقال تعالیٰ وتقدس لامتہ التی ھی خیر الامم ان کنتم تطلبون اطمئنان القلب فاذکرونی اذکرکم وقال الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ومنادی الحق ینادی بلسان الحال ایھا المسکین دع عقلک وتعال۔

## فصل

اعلم یا اخی نور اللہ قلبک بنور الایمان ان کلامنا فی ھذہ الرسالۃ مع من یدعی الاسلام ویؤمن بالقرآن وبالرسول الذی ارسلہ اللہ تعالیٰ الی کافۃ الخلق بشیرا ونذیرا واما الخارجون عن دائرۃ الاسلام المغترون بعقولھم الناقصۃ فھم کالانعام بل ھم اضل سبیلا ولا کلام لنا معھم ثم اعلم ان العقل علی قسمین عقل المعاش وعقل المعاد واللہ جل سلطانہ لما خلق الانسان فی احسن تقویم

ملتِ ابراہیمی کے اتباع (پیروی) کا حکم ہے اس لئے حضورؐ کی اُمت کو جو خیر الامم کے خطاب سے ممتاز ہے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم قلبی اطمینان کے طلبگار ہو "تو مجھے یاد کرو میں بھی تم کو یاد کرونگا" اور فرمایا کہ "بیشک ذکر الٰہی سے ہی قلب کو اطمینان اور تسکین ہوتی ہے"!

اسی لئے منادیٔ حق (فرشتۂ غیب) زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے عاجز اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!

## فصل

اے میرے عزیز بھائی! "حق تعالیٰ تمہارے قلب کو نورِ ایمان سے منور فرمائے" جاننا چاہیئے کہ اس رسالے میں ہمارا روئے سخن ان لوگوں کیطرف ہے جو مدعیِ اسلام ہیں اور قرآن مجید اور حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کو حق تعالیٰ نے تمامی مخلوق کے لئے بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا ڈرانے والا) کرکے بھیجا ہے ایمان لاچکے ہیں لیکن وہ لوگ جو دائرۂ اسلامی سے خارج ہیں اور اپنی عقل ناقص کے دھوکے میں پھنس چکے ہیں۔ یہ ہماری گفتگو ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چوپایوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عقل دو قسموں پر ہے (۱) عقل معاش (۲) عقل معاد۔

جبکہ حق تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر بنا

اعطاه مادة العقلين جميعاً فطرة فمن اجتهد في تنويرهما وجد النتائج المرتبة عليهما ومن اختار احدهما وجد النتائج المرتبة على احدهما ولعلك تقول ان الاجتهاد في تنويرهما لا يكون الا بالعقل فصار الهداية الى العقل بالعقل ويتحد السبب والمسبب وذا باطل. فالجواب ان الهداية الى العقل ليس بالعقل بل بالتقدير الالهي قال الله تعالى فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا ثم عقبه بقوله وما تشاؤن الا ان يشاء الله وانما قلنا ان الفطرة الانسانية قابلة لقبول العقلين جميعا لان النبي صلى الله عليه وسلم قال كل مولود يولد على الفطرة فابواه يهودانه او يمجسانه وينصرانه الى اخر الحديث فعقل المعاش

تو اسکی فطرت میں دونوں عقلوں کا مادہ تفویض فرمایا پھر جس شخص نے دونوں کو اپنی کوشش سے روشن کیا تو جو نتائج اور ثمرات دونوں پر مرتب ہو سکتے ہیں ان سب سے وہ بہرہ اندوز ہوا اور جس نے ایک ہی عقل کو اختیار کیا تو نتائج بھی اسی ایک پر محصور رہے۔"

شاید تمہیں یہ خدشہ ہو جائے کہ عقل کے روشن کرنیکی کوشش بھی تو عقل کے ذریعہ سے ہوگی۔ گویا ہدایت کی جا رہی ہے عقل کی جانب عقل ہی کے واسطے سے اس صورت میں اتحاد سبب اور مسبب لازم آتا ہے حالانکہ وہ باطل ہے؟"

اسکا جواب یہ ہے کہ عقل کیطرف ہدایت عقل کے وسیلہ سے نہیں بلکہ بواسطہ تقدیر الٰہی ہوتی ہے۔ کلام مجید میں ہے: "جس شخص نے چاہا اپنے پروردگار کا راستہ پکڑا" یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ "تم مشیت الٰہی کے بغیر کچھ بھی نہیں چاہ سکتے" (اسی سے یہ گتھی کھلجاتی ہے)

ہم نے جو کہا ہے کہ انسانی فطرت دونوں عقلوں کے قبول کرنے کی لیاقت رکھتی ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے بعد اس کے والدین اسے یا یہودی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں الحدیث"

(۱) پھر عقل معاش مصالح جسمانی کی

يهديك الى مصلحة جمة
من حصول اسباب الارزاق
والراحات البدنية من المسكن
والملبس والمنكح وغير ذلك
من اللوازم البشرية وعقل
المعاد يرشدك الى اصلاح
روحك من حصول اسباب
الراحة الابدية والخلود في
دار النعيم والنجاة من العذاب
الاليم وانما قلنا حصول اسباب
الارزاق لان الانسان غاية
سعيه في حصول اسباب
الارزاق واما الارزاق
فهي بقدرة الله تعالى ولا
مدخل سعي الانسان فيه
فربما وجد سبب الرزق
ولا يوجد الرزق ويتلف لفقده
والمراد من السبب هنا
العلامة الظاهرة لان السبب
الحقيقي لا يتخلف المسبب عنه
وكذا الحال في حصول اسباب
الراحة الابدية ويشترك
معك في عقل المعاشي جميع
الحيوانات والبهائم فان

ہدایت کرتی ہے جیسے اسباب رزق فراہم کرنا
راحات بدنیہ مکان لباس اور نکاح کا حاصل کرنا۔ اور
اسکے ماسوا سب انسانی حوائج ولوازم اسکے تحت میں
آجاتے ہیں؛

(۲) اور عقل معاد ملایا روحانی کیطرف رہبری کرتی
ہے جیسے اسباب راحت ابدی کو پالینا، جنت کی نعمتوں
سے ہمیشہ کیلئے ہمکنار رہنا اور دردناک عذاب سے اپنے
کو چھڑا لینا، یہ سارے امور اسی عقل کے قبضہ قدرت
میں ہیں۔

ہم نے اسباب رزق کہا ہے نہ خود رزق
اسکا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی منتہائی کوشش یہ ہے
کہ اسباب فراہم کرلے لیکن خود رزق کا حاصل کرنا
یہ انسان کی طاقت سے خارج ہے اسلئے کہ یہ امور حق
سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ انسان کی کوشش
کو ان میں کچھ دخل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات
سبب رزق . . . پایا جاتا ہے لیکن تقدیر کی زد سے
بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے!

اور سبب سے بھی یہاں پر مراد علامت ہے نہ سبب
حقیقی اسلئے کہ وہ سبب سے تخلف (خلاف) نہیں ہوتا ہے
اور یہی حال راحت ابدی (یعنی نجات اخروی) کا ہے
کہ انسان بعض اعمال میں کوشش کرسکتا ہے انپر نجات عطا
فرمانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اور عقل معاشی میں انسان
کیساتھ سب حیوانات شریک ہیں اسلئے کہ کل حیوانات
جن کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور

جميع البهائم والحيوانات باقسامها الكثيرة التي خلقها الله تعالى حتى قيل ان انواع العالم يصل بكثرتها الى ثمانية عشر الف عالم والانسان منها عالم واحد يهتدون الى حصول ارزاقها حسب مايصلح لذواتها فمنها ما ياكل الحبوب كبعض الطيور يهتدون الى حصول الحبوب ومنها ماياكل اللحوم كبعض الطيور والسباع يهتدون الى حصول اللحوم و منها ماياكل الحيتان والحشرات المائية يهتدون الى حصول الحيتان والحشرات المائية ومن العالم مايصلح لذواتها النباتات الارضية يهتدون لحصول ارزاقها النباتية و منها ما يتقوتون بالهواء فيذهبون لحصول الهواء ومنها ما يتضرر بالهواء كالحيوانات البحرية فيهتدون الى مادة تمنعها من الهواء فجميعهم تغدو خماصا وتروح بطانا لان خالقهم هو

ان کے انواع کا شمار اٹھارہ ہزار تک کیا گیا ہے۔ (اور انسان بھی ان میں سے ایک نوع ہے) یہ سب جو رزق انکے لئے مناسب ہے۔ اس کی تحصیل میں نہایت اچھی طرح ہدایت یاب ہیں۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو دانے چگتے ہیں جیسے بعض پرندے یہ دانوں کے حاصل کرنے کے لئے ہدایت یاب ہیں۔

اور بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو گوشت کھاتے ہیں جیسے بعض پرندے اور درندے وہ گوشت کے حصول پر ہدایت یاب ہیں۔

اور ان میں سے بعض مچھلیاں اور دریائی کیڑے کوڑے کھاتے ہیں۔ وہ بھی ان چیزوں کے پیدا کرنے کے لئے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

اور ایک جنس حیوانات میں سے ایسی ہے جن کے لئے نباتات (سبزی) مناسب ہے وہ اپنے نباتی رزق حاصل کرنے پر ہدایت یافتہ ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جنکی غذا ہوا ہے انکی ہدایت ہوا ہی کی طرف ہے۔

اور بعض پھر ایسے ہیں جنکو ہوا ضرر کرتی ہے جیسے دریائی جانور وہ ایسے مادہ کی طرف ہدایت یاب ہیں جو ان سے ہوا کو روکتا ہے۔

پس یہ سارے صبح کرتے ہیں اس حال میں کہ بھوکے ہوتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو سیر ہوتے ہیں اسلئے کہ جو ان کا خالق ہے وہ رازق بھی ہے۔

رزقهم قال الله تعالیٰ و
مامن دابة فی الارض الا علی الله
رزقها ویعلم مستقرها و
مستودعها کل فی کتاب مبین
وجعل حیاة جمیع الحیوانات
من الماء قال الله تعالیٰ و
تقدس وجعلنا من الماء کل شیئ
حی نسبحان من یعلم مثاقیل
الجبال ومکاییل البحار وعدد
قطر الامطار وعدد اوراق
الاشجار وعدد ما یختلف به
اللیل والنهار ولو ان ما فی
الارض من شجرة اقلام والبحر
یمده من بعده سبعة ابحر
ما نفدت کلمات الله ای
معلومات الله فهذا العقل
الناقص الذی اشترک فیه
معك جمیع الحیوانات کیف
یرشدك الی تصدیق الامور
الاخرویة والی تصدیق قصص
الامم الماضیة المذکورة فی
القرآن والی تصدیق معجزات
الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام
فان معجزات الانبیاء من لدن

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی جاندار ایسا زمین پر نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور سب کی قرارگاہ اور جائے بازگشت سے وہ خبردار ہے یہ ساری باتیں ایسے کتاب میں ہیں جو واضح اور روشن ہے؛ اور سب حیوانات کو پانی سے زندگانی بخشی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے "اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے"۔ پس تقدس پاکی اسی ذات کو سزاوار ہے جو پہاڑوں کے بوجھ (وزن) دریاؤں کے اندازے (پیمانے) بارش کی بوندوں کے عدد، درختوں کے پتوں کے شمار، اور رات دن کے پیچھے بعد دیگرے آنے کے حساب پر اسکا علم محیط ہے۔ "جس قدر زمین پر درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بنجائیں اور سمندر اسے مدد دے (روشنائی بنے) اس کے بعد سات دریا آگے مدد دیتے رہیں، تب بھی خداوند تعالیٰ کے کلمات تمام نہ ہوں"۔ کلمات سے مراد معلومات الٰہی ہیں۔

پس یہ عقل ناقص جس میں تمہارے ساتھ سارے حیوانات شریک ہیں تمہیں تصدیق امور آخرت کی طرف یا ان گذشتہ امتوں کے قصوں کی طرف جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کس طرح ہدایت کرسکتی ہے؟

اس لئے

کہ انبیاء کرام کے معجزات حضرت ابوالبشر

ابی البشر آدم علیہ السلام
الی زمن نبینا خیر البشر
صلی اللہ علیہ وسلم اکثر
من ان یحصی بل لا یعلمھن
الا اللہ تعالی فان عقل المعاش
عاجز عن ادراک حقیقۃ
المعجزات ولذا سمیت معجزات
حیث عجزت عقول الناس
عن ماھیتھا وکیفیتھا فعقل
المعاش المحصور فی دائرۃ
البرھان العقلی کیف یصدق
شق القمر باشارتہ او حنین
الجذع لمفارقتہ او نبع الماء
بین اناملہ او شبع الوف
من الناس بصاع شعیر صغار
ام کیف یصدق صیرورۃ
العصا ثعبانا وماء البحر حیطانا
وید موسی علیہ السلام بیضاء
والجبل فوق بنی اسرائیل سماء
ام کیف یصدق ابراء الاکمہ
والابرص واحیاء الموتی وخلق
الطیر من الطین وطیر
فی الھواء بدعوۃ عیسی
علیہ السلام ام کیف یصدق

آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ بلکہ خداوند تعالٰے کے سوا کسی کے علم میں نہیں سما سکتے۔

اور درحقیقت معجزات کے ادراک سے عقل معاش عاجز ہی ہے اور معجزات انہیں کہا ہی اس لئے جاتا ہے۔ کہ لوگوں کی عقل اس کی ماہیت اور کیفیت کی سمجھ سے عاجز ہے۔

پس خود ہی سمجھ لو کہ عقل معاش جو دائرہ برہان عقلی میں محصور ہے۔ کیا امور ذیل کی تصدیق کر سکتی ہے۔ معجزۂ شق القمر جو آپکے اشارہ سے ہوا"

"تنۂ خرما (ستن حنانہ) کا آپکی مفارقت کیوجہ سے رونا اور فریاد کرنا"

"آپکی مبارک انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمے کا پھوٹ پڑنا"

"ہزاروں آدمیوں کا ایک صاع (چار سیر کا پیمانہ) جو سے سیر ہونا"

اور کیا یہ عقل باور کر سکتی ہے کہ عصائے موسیٰ اژدہا بنجائے اور سمندر کا پانی دیوار بنے اور حضرت کلیم کا ہاتھ سورج کیطرح چمکتا ہوا سفید ہو جائے اور بنی اسرائیل پر پہاڑ آسمان کیطرح سروں کے اوپر آجائے"

اور کیا ایسی عقل مان سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مادر زاد اندھا اور

ان يصير نار نمرود بردا وسلاما على ابراهيم الخليل عليه السلام وعلى هذا القياس ولا يرشد هذا العقل الناقص الى تصديق كرامات الاولياء المشهورة المتواترة حيث لا يسع انكارها لجاحد فضلا عن جاهل فاذا كان هذا العقل لا يهتدى الى قصص القران ولا الى تصديق معجزات الانبياء عليهم السلام ولا الى كرامات الاولياء المعدودات من البديهيات لعموم التواتر بها فكيف يهتدى الى تصديق عذاب القبر وتفريجه ودخول الملك للسؤال وخروجه وضغطة القبر وسعته سبعون ذراعا وحشر جسدك بعد الفناء والبلاء بل نشره في الهواء

کوڑھی تندرست ہو جائیں اور مُردوں کو تم باذن اللہ کہکر زندہ کردیں۔ اور مٹی سے ایک پرندے کی صورت بنا کر اس کو ہوا میں اُڑائیں؛

اور کیا یہ عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ خلیل ؑ کے لئے نمرود کی دُھکتی ہوئی آگ ٹھنڈی اور باعث سلامتی بن جائے۔ وعلی ہذا القیاس؛

نیز یہ عقل ناقص تمہیں کرامات اولیائے کرام کی تصدیق کی بھی ہدایت نہیں کرسکتی جو زیادتیٔ شہرت کی وجہ سے حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔ اس طرح پر کہ منکر کو بھی ان میں انکار کرنے کی گنجائش باقی نہیں۔ چہ جائیکہ سمجھدار آدمی کو؛

پس جبکہ یہ عقل قصص کلام مجید، معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، کرامات اولیائے کرام کیطرف بھی جو عموم تواتر کی بنا پر بدیہیات میں شمار کئے جانے لگے ہیں، کچھ رہبری نہیں کرتی تو تمہیں کیسے ہدایت کریگی۔ ان امور کی تصدیق کی طرف جو بعد میں واقع ہونیوالے ہیں مثلاً:۔

عذاب قبر اور اس کی کشادگی۔

سوال جواب کے لئے فرشتوں کا داخل ہونا اور نکلنا۔

قبر کا میت کو بھینچ لینا۔

ستر گز تک اس کا فراخ ہو جانا۔

اور جسم کا فنا اور بوسیدہ ہونے بلکہ ہوا میں پراگندہ ہو جانے کے بعد اٹھانا۔

ام كيف السبيل بهذا العقل الى احوال يوم القيمة و اهوالها من الحساب والميزان والصراط والجنة ودوام نعمها ابد الآبدين والنار ودوام المها ابد الآبدين فكيف ترجى النجاة من عذاب الله تعالى بهذا العقل السقيم السخيف فعليك ايها العاقل باتباع العقل الاخروي الماخوذ من مشكوٰة صدور الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام.

**فصل** ولعلك تقول ان عقل المعاش وان كان قاصرا فى الامور الاخروية من تصديق الحكايات المروية لكنه كامل فى ادراك المحسوسات وبذلك يمكن له ادراك المعقولات المنجيات فى الآخرة نقول لا يمكن اما سمعت حكايات الحكماء اليونانية كافلاطون وارسطو فانهم كانوا فى اعلى درجة من العقل المعاشي ويعدون بين الناس بالحكماء الالٰهية و كانوا يهذبون اخلاقهم واقوالهم

آیا اس عقل کے ذریعہ کوئی سبیل ہے کہ وہ حالات اور ہولناک واقعات جو قیامت کے دن پیش آنے والے ہیں معلوم کئے جاسکیں جیسے حساب میزان صراط، جنت اور اس کی نعمتوں کا ہمیشہ کے لئے پائدار رہنا، دوزخ اور اس کی عقوبتوں کا غیر منقطع ہونا۔

پس کیا خداوند ذو الجلال کے عذاب سے ایسی سقیم اور سبک عقل کے ذریعہ نجات کی امید کی جاسکتی ہے، جب نہیں! تو پھر اے سمجھ والو! تمہیں اس عقل کی پیروی کرنی چاہیے جو اخروی ہو یعنے ساتھ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منور سینوں سے نکلتی ہے؟

**فصل**، شاید تم یہ کہو کہ عقل معاشی اگرچہ امور اخرویہ وحکایات مرویہ کی تصدیق میں قاصر ہے لیکن چونکہ محسوسات کی سمجھ میں کمال رکھتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس کے درک میں ایسے منجیۂ امور آجائیں جو عاقبت میں نجات دہندہ ثابت ہوسکیں؟

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات غیر ممکن ہے۔ کیا تم نے حکمائے یونان افلاطون اور ان جیسے اوروں کے قصے نہیں سنے؟ اگرچہ وہ عقل معاشی میں ایسا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے کہ لوگ انہیں حکمائے الٰہی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اخلاق واقوال کو نہایت مہذب وشائستہ

غاية التهذيب حتى قيل
ان افلاطون كان اكثر
جلوسه فى المقابر ويبكى
بكاء كثيرا حيث يسمع صوت
بكائه قريبا من مسافة ميل
وكان كلامه موعظة وحكمة
لكنه مع ذلك كان قاصرا فى
التوحيد والقدرة الالهية
وقال ان الواحد لا يمكن
ان يخلق الا واحدا فى
ان واحد واول ما خلق
الله العقل الاول ثم
بمعاونته خلق الفلك الاطلس
اى العرش ثم بمعاونة
الجميع خلق السموات والارض
وانكر حشر الاجساد ووجود الجنة
والنار فى القيمة وذهبوا
الى قدم العالم وابديته و
بلغ بعضهم دعوة عيسى
عليه السلام فقال نحن قوم
مهذبون لا حاجة لنا الى
من يهذبنا وبقوا محرومين
من السعادة الاخروية
المنوطة بالتصديق الجازم

بنا لیا تھا. یہانتک کہ کہا جاتا ہے کہ افلاطون کی بیٹھک اکثر قبرستان میں ہوتی تھی. اور اسقدر روتے تھے کہ ان کے رونے کی آواز تقریبا ایک میل کی مسافت سے سنی جاتی تھی اور ہمیشہ ان کی گفتگو حکمت و عظت سے لبریز ہوتی تھی.

لیکن ان سارے کمالات کے باوجود توحید اور قدرت الہی کے علم سے آخر تک قاصر ہے۔"

ان کا قول تھا کہ ممکن نہیں کہ واحد (باری تعالیٰ) ایک آن (ساعت) میں ایک چیز کے علاوہ کچھ اور بھی پیدا کر سکے"

اور کہتا تھا کہ پہلے پہل خداوند تعالیٰ نے عقل اول کو پیدا کیا پھر اس کی مدد سے فلک اطلس یعنی عرش کو پیدا کیا ہے. پھر دونوں کی مدد سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے. اور اسنے حشر اجساد اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ کے ہونیکا صاف انکار کر دیا ہے.

اسیطرح سب حکمائے یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسپر فنا طاری نہیں ہو سکتی۔ انہیں سے بعض کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ایمان بھی جب پہنچی تو کہنے لگے کہ "ہم تو پہلے ہی مہذب اور روشن خیال ہیں ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے. اسطرح سے وہ اس سعادت اخروی سے محروم رہے جو نبی کے قول پر پختہ یقین اور

لقول الرسول واما قولك
انہ کامل فی ادراك المحسوسات
نفیہ نظر لانہ قاصر فیہ
ایضا لان تاثیرالکواکب
من المحسوسات وھل یدرك
بالعقل وجہ التاثیر وسبب
تخصیص کل واحد منھا
بالتاثیر المخصوص وکذا
تاثیرات الفلزات المعدنیۃ
والعقاقیر النباتیۃ فھل
یدرك بالعقل وان کان
افلاطونیا سبب سمیۃ
البیش وتریاقیۃ الجدوار
وھل یھتدی عقلك
الی برودۃ الطباشیر و
الصندل وحرارۃ الفلفل
والقرنفل ثم اسرح نظر
عقلك الی الحجر الذی تخرج
منہ النار بضرب الفولاد علیہ
المسمی بالزند ھل
النار من الحجر او من الفولاد
او من کلیھما وکل من الاوجہ
مخدوشۃ یبطلھا التجربۃ
بالبداھۃ وھل تعلم

تصدیق کرنے کے ساتھ وابستہ ہے؛
اسی طرح تمہارا یہ کہنا کہ عقل معاشی محسوسات کے ادراک میں کامل ہے۔ یہ بھی مخدوش ہے۔ اس لئے کہ ہم مثالوں سے واضح کردینگے کہ اس میں بھی عقل معاشی گم ہوجاتی ہے۔
مثلاً ستاروں کی تاثیرات محسوسات میں سے ہے۔ لیکن عقل ہرگز اس بات کو نہیں جان سکتی کہ ان کے اثر کی وجہ کیا ہے۔ اور ہر ایک کے ساتھ جو اثر مخصوص ہے یہ کیونکر ہے۔
اسی طرح سے معدنی دھاتیں اور نباتی جڑی بوٹیاں ہیں کہ عقل اگرچہ افلاطونی ہو بچھناگ کی زہریت اور جدوار کی تریاقیت کی وجہ معلوم کرنے سے عاجز ہے؛
کیا تم اپنے عقل سے بنسلوچن اور چندن کی سردی اور سیاہ مرچ اور لونگ کی گرمی دریافت کرسکتے ہو!
پھر نظرِ عقل کو ذرا اور آگے وسعت دو اور اس پتھر کو دیکھو کہ جب اس پر فولاد رگڑا جائے ... ... ... ... تو اس سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں جس کو چقماک کہتے ہیں اور سوچو کہ یہ آگ پتھر کی ہے یا فولاد کی یا دونوں کی؛ حالانکہ یہ سب صورتیں مخدوش ہیں اور ہیچ جن کو تجربہ کھلم کھلا باطل کردیتا ہے؛
اور کیا عقل قطب شمالی کے ساتھ مقناطیس کو جو

بعقلك تعشق الحجر المغناطيس
بالقطب الشمالي هل العشق
من الحجر او من القطب او من
كليهما واي وجه لك ان
الابرة مع المقناطيس حيث
دار فان اردت الاختبار
فخذ ابرة وضعها في الطست
النحاسي ودوّر الحجر تحت
الطست ترى الابرة ترقص
في الطست وتدور حيث
مادار وهل تعلم بعقلك
سبب جذب الكهربا للتبن
والحشيش اليابس وان اردت
الاختبار فقابل الكهرباء
بالتبن ترى التبن يطير اليه
يلتذ وهل يصدق عقلك
سبب ميل اناث النخل الى
ذكورها وكل ذلك مرئي
مشاهد وهل تعلم سبب
تأثير العين في المعيون و
السحر في المسحور وكلاهما
حق نطق بهما النصوص
ولقد تعلم ان علماء الهيئة
اثبتوا ببراهينهم كروية

عشق ہے اس کا بھید کھول سکتی ہے کہ یہ عشق اور
چاہ، اس مقناطیسی پتھر کے طرف سے ہے یا
قطب شمالی سے یا دونوں اسمیں گرفتار ہیں؟
اور کیا وجہ ہے کہ مقناطیس کے ساتھ سوئی
پھرتی رہتی ہے؟ اگر اس بات کا تجربہ چاہو تو
ایک سوئی کو تانبے کی طشت میں رکھو اور مقناطیس
کو طشت کے نیچے گھماتے رہو تو پھر یہ تماشہ دیکھ
لوگے کہ سوئی کیسے ناچتی ہے۔ اور کیسے مقناطیس
کے گھمانے سے سوئی گھومتی رہتی ہے۔
اور کیا عقل جان سکتی ہے کہ تنکے اور خشک
گھانس کو جو کہربا کھینچتی ہے اسکا سبب کیا ہے
اگر اس کو بھی آزمانا چاہو تو ایک تنکے کو کہربا
کے سامنے رکھدو تو یہ بھی دیکھ لوگے کہ کیسے
تنکا اڑکر کہربا سے چمٹ جاتا ہے!
اور کیا تمہاری عقل مان سکتی ہے کہ نر کھجور کے
پیڑ کی طرف مادہ کھجور کے جھک جانے کا کیا
سبب ہے؛
حالانکہ یہ سارے امور دیکھے ہوئے اور
مشاہدات میں سے ہیں۔ اور کیا تم جان سکتے ہو
کہ نظر بد لگجانے اور سحر کے تاثیر کرنیکا کیا سبب ہے؟
حالانکہ یہ دونوں ثابت اور حق ہیں۔ جنکا نصوص
میں بھی ذکر ہے؛
پوشیدہ نہ رہے کہ فن ہیئت کے علماء نے
اپنے دلائل وبراہین سے زمین کی کرویت اگرچہ

الارض وكتب الجغرافية
تصدق ذلك والسياحون
مصدقون لكروية الارض
واقوى الدلائل على ذلك
طلوع الشمس في الهند وقت
غروبها في الامريكية و
طلوعها في الامريكية
وقت غروبها في الهند ومن
المعلوم ان الارض معلقة في
الهواء وتبعد السماء عنها
من كل جانب مسيرة خمسمائة
عام كما نطقت بذلك النصوص
فهل يدرك بالعقل قيام
الاجسام الثقيلة الارضية
في الهواء بغير عماد واما
الدليل المذكور في علم الهيئة
من ان هناك جاذبا في وسط
الارض يجذب الى نفسه
جميع الاجزاء الارضية
فغير تام فيما نحن فيه لانا لو
سلمنا ان جاذب الارض
يجذب الى نفسه جميع الاجزاء
الارضية فجميع الارض بجاذبها
ومجذوبها من الجبال والبحار والاثقال

ثابت کیا ہے۔ جغرافیہ کی کتابیں اور سیاح بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور سب سے قوی دلیل اس پر یہ ہے کہ جس وقت ہندوستان میں سورج کا طلوع ہوتا ہے اسی وقت امریکہ میں غروب ہوتا ہے۔ اور وہاں کے طلوع کے وقت یہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ (یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب زمین گول ہو)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ زمین ہوا میں معلق ہے اور آسمان اس کے چہار طرف سے پانسو برس کی مسافت پر دور واقع ہے۔ جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے۔

اب کیا عقل کے ذریعہ ایسی بھاری اور بوجھل اجسام ارضیہ کا بغیر کسی ستون کے ہوا میں لٹکا ہوا رہنا سمجھ میں آسکتا ہے؟

لیکن وہ دلیل جو فن ہیئت میں مذکور ہے کہ زمین کے درمیان ایک ایسا جاذب کھینچنے والا ہے جو سارے اجزائے زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ تو وہ دلیل بیکار ہے۔ ہمارے مدعا سے سروکار نہیں رکھتی۔

ہم کہتے ہیں مان لیا کہ اس جاذب نے جمیع اجزائے ارضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن کل زمین اپنے جاذب اور مجذوب یعنی اتنے بڑے سمندروں اور بھاری پہاڑوں کے ساتھ بغیر ستون کے ہوا میں کیسے قائم رہتی ہے؟

كيف قامت في الهواء بغير عماد
واما انجذاب كواكب الفلك
لها من الجهات الستة الى
نفسها فدليل ظني لا يفيد
اليقين لانه يحتمل ان يكون
في تلك الكواكب قوة دفاعية
من الجهات الستة فيدفعها
كل واحد من نفسه فاستقامت
في الهواء فان قلت لا قلنا
كما لا يجوز الاندفاع لا يجوز
الانجذاب وان قلت نعم
قلنا جاء الاحتمال وزال
الاعتماد ولئن سلم ان
الارض قائمة في الهواء
بجذب الكواكب او بدفعها
فالارض مع كواكبها الجاذبة
او الدافعة والسماء مع ما
فيها الى السماء التي فوقها
الى السموات السبع الى
الكرسي فقوام الجميع في
الهواء باي انجذاب او
باي اندفاع فان قلت
قوام الجميع بامر الله تعالى
وقدرته قلت لم لا تسلم

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ پوری زمین کو کواکب (تارے) سماویہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ دلیل ظنی ہے۔ مفید یقین نہیں۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ ان کواکب میں قوت دفاعیہ (دفع کرنے کی طاقت) ہو جو جہات ستہ (ہر طرف) سے روک رہے ہوں جس کی وجہ سے ہوا میں لٹک رہی ہو۔"

اگر تم کہو کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم کہینگے اگر اندفاع صحیح نہیں ہے تو پھر انجذاب کی صحت کیونکر تسلیم کریں اور اگر اندفاع کو مان لو تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں احتمال آگیا اور اعتماد زائل ہوا۔"

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زمین ہوا میں جذب کواکب یا ان کے دفع سے قائم ہے لیکن ذرا نظر آگے بڑھاؤ اور دیکھو کہ پوری زمین خود کواکب جاذبہ یا دافعہ کے ساتھ اور پھر ایک آسمان ان چیزوں کیساتھ جو دوسرے آسمان تک اس میں ہیں۔ یونہی ساتوں آسمان کرسی تک یہ سب کیسے قائم ہیں اور یہاں پر کونسا اندفاع ہے اور اس میں کیا انجذاب ہے؟"

اس مقام پہ پہونچکر (بعد از خرابی بسیار) اگر ہوش سنبھال لئے اور کہدیا کہ اس پورے مجموعہ کا قائم رہنا حق سبحانہ وتعالیٰ کے امر سے ہے ہم کہیں گے صحیح ہے۔ لیکن ابتدائے کار سے اس کو کیوں نہیں مان لیا۔ تاکہ اس

ذلك التقدير من اول الامر
وذلك هو الطريق الاسلم
الاقوم لان القادر على
قوام السموات السبع في
الهواء اليس بقادر على قوام
الارض في الهواء ومع ذلك
ثلثة ارباعها البحر المالح والبحر
الكروي بكروية الارض والماء
بطبعه سيال لا يكاد يستقيم
بالشكل الكروي فكيف قام
الماء في الهواء بالشكل الكروي
وامثال ذلك كثير لمن تفكر
في ملكوت السموات والارض
سبحانك ما خلقت هذا
باطلا۔ فثبت بما ذكرنا ان
عقل المعاش غير تام في
ادراك المحسوسات الدنيوية
فكيف يدرك بهذا العقل
المعقولات الاخروية فان
قلت ان جميع ما ذكرت
من تاثيرات الكواكب و
خواص الفلزات المعدنية
والعقاقير النباتية وخروج
النار من الحجر وتعشق حجر

ساری دردسری سے چھٹکارا ہوتا۔
اور حقیقت میں یہی طریقہ اسلم اور استوار ہے
اس لئے وہ قادر جو ساتوں آسمانوں کو ہوا میں
سنبھال سکے کیا وہ اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ
صرف زمین کو ہوا میں لٹکا رکھے۔ باوصف
اس کے کہ زمین کی تین چوتھائیوں کو دریائی
شور گھیرے ہوئے ہے۔ اور سمندر بھی زمین کی
کرویہ کی بنا پر کروی (گول) ہے اور پانی بالطبع
سیال (بہنے والا) ہے جو کروی شکل پر قائم
نہیں رہ سکتا۔ تو اب بتلایئے کہ پانی ہوا میں
اس کروی شکل کے ساتھ کیسے ٹھیرا ہوا ہے؟
جس شخص میں تفکر کا مادہ ہو اور وہ آسمان
اور زمین پر ایک دفعہ نگاہ عبرت دوڑائے تو
وہ اس قسم کے بہت سے امثال پا سکتا ہے

"پاکی ہے تیرے لئے تو نے ان چیزوں
کو عبث (بیکار) پیدا نہیں کیا۔"

پس اس سے جو ہم نے ذکر کیا ثابت ہوتا
ہے کہ عقل معاش جب محسوسات دنیویہ کی سمجھ
سے عاجز ہے تو معقولات اُخرویہ ایسی عقل کے
ذریعہ کیسے دریافت کئے جا سکتے ہیں؟
اگر تم کہو کہ ستاروں کے تاثیرات، جڑی بوٹی
اور دھاتوں کی خاصیتیں، پتھر سے آگ کا نکلنا
مقناطیس کا قطب شمالی
اور لوہے سے عشق

المغناطيس بالقطب والحديد
وجذب الكهرباء للتبن
وميل اناث النخيل الى
ذكورها واقامة الارض في
الهواء مع ثقلها بامر الله
تعالى وتقديره فانه تعالى
اودع التاثيرات في الكواكب
والخواص في الفلزات و
العقاقير والتعشق في الحجر
والكهرباء وخلق الارض
قائمة بغير عمد في الهواء
وان لم تدركها عقولنا
قلنا نعم سلمنا وصدقنا
ان جميع ذلك بامر الله
تعالى وقدرته القاهرة
وحكمته التامة وذلك عين
مقصودنا فاذا كانت قدرة
الله تعالى صالحة لجميع
هذه الامور العجيبة
الغريبة البعيدة عن
ادراك افهامنا افلا تكون
تلك القدرة الكاملة
صالحة لايجاد ما بعد عن
ادراك عقولنا من امور الآخرة

کہربا کا تنکے کو کھینچنا، مادہ کھجور کا نر کھجور کی
طرف جھک جانا، زمین کا ایسے بوجھل ہونے
کے ساتھ ہوا میں قائم رہنا، غرضیکہ یہ ساری
باتیں جو مذکور ہوئیں سب کی سب حق تعالیٰ کی
تقدیر اور امر سے ہو رہی ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ
نے ہی ان اشیاء میں یہ تاثیریں اور خاصیتیں
رکھی ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل ان کو سمجھ نہیں سکتی۔
ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے
ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور
تصدیق کرتے ہیں کہ ساری باتیں
حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور
حکمتِ کاملہ
کے
کرشمے ہیں۔ اور
یہی ہمارا مدعا و عین
مقصود ہے
لیکن سوچنا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ
کی قدرت جب ہمیں یہی ایسے عجیب و
غریب امور جن سے ہماری عقلیں دنگ رہ
جاتی ہیں دکھا رہی ہے تو کیا ایسی قدرت
کاملہ ان امور آخرت
کو
جو ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں وجود
میں نہیں لا سکتی؟

فان قلت نعم حصل المقصود وارتفع النزاع وان قلت لا فذالك تحکم وتعصب بل تجھل وتحمق۔

**فصل** فاذا علمت یا اخی فساد ھذا العقل وکسادہ وقلۃ تدبرہ فی امور معادہ فاترکہ ھملا ولا تتبعہ عملا واذا تیقنت قصورہ وفتورہ فالنجاۃ النجاۃ من اتباعہ واستعمال مقدماتہ واستخراج نتائجہ فانہ یضلک ویھوی بک الیٰ قعر جھنم واحذر عن مقدماتہ الفاسدۃ فی مقابلۃ اوامر اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ووعدھما ووعیدھما فان المشئوم یقیس الغائب علی الشاھد ویلقن من تلبیسات الشیطان المارج فاللہ اللہ عن اتباعہ

اگر اس بات کو مان لو تو بس نزاع اٹھ گیا اور مقصود حاصل ہوا۔

اور اگر اس پر بھی نہ مانو تو اس کا کیا علاج ہے۔ یہ سراسر ہٹ دھرمی اور تعصب ہوگا بلکہ نتیجہ جہالت وحماقت ؟

## فصل

برادر عزیز! جب اس عقل کے فساد اور قصور کو دیکھ چکے اور امور آخرت میں اس کی کم مایگی کو جان چکے۔ تو اب اسے بے کار رہنے دو اور کسی کام میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ اور جب تمہیں اس کے قصور اور فتور کا یقین ہو گیا ہے تو خدارا اس کی پیروی کرنے سے پرہیز کرو اور اس کے مقدمات بنانے اور نتائج نکالنے کے داؤ سے بچے رہو۔ کیونکہ یہ تمہیں گمراہ کر کے قعر جہنم میں گھسیٹ لے جائیگی۔ اور خدا و رسول ؐ کے اوامر (احکام) اور وعدہ وعید کے مقابلہ میں کبھی اس عقل ناقص کے مقدمات کو مت لانا۔ اس لئے کہ کمبخت اور منحوس ہی غائب (آخرت) کو حاضر (دنیا) پر قیاس کیا کرتا ہے اور شیطان مردود کے دھوکوں سے تلقین پاتا ہے؟

دُہرا دُہرا کر بار بار کہتا ہوں کہ کہیں اسکے

قال الله تعالیٰ افرایت من اتخذ الٰهه هواه واضله الله علی علم وختم علی سمعه و قلبه وجعل علی بصره غشاوه فمن یهدیه من بعد الله واتبع العقل الاخروی الذی یهدیك الی الصراط المستقیم لانه ماخوذ من نور النبوة والفیضان الالٰهی علی قلب المومن و انه کالشمعة فی الظلمة و انه کالمرشد الهادی فی الفلوات وانه العون فی المهلکات فاتبعه ولازمه ولا تترکه ابدا ما حییت فانه منجیك من الموبقات و یهدیك الی الصراط المستقیم و الباقیات الصالحات وسبب ذلك ان مبنی الاسلام علی التسلیم والاذعان وقبول ما اخبر به القرآن من غیر نکیر ولا طلب دلیل فانك مسئول بالقبول ولست مسئولا بالدلیل

پھندے میں پھنس کر اس کی تابعداری نہ کر بیٹھنا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "کیا تونے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اُسے علم ہی پر گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے، پس اسے اللہ کے چھوڑ دینے کے بعد کون رہنمائی کر سکتا ہے"

اور عقل اُخروی کی پیروی کرو کہ وہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کریگی۔ اس لئے کہ یہ عقل نور نبوت سے مستفاد ہے جو قلب مومن پر فیض الٰہی ہے اور یہی عقل اندھیرے میں چراغ کی طرح بیابان میں رہبر و رہنما کی طرح اور آڑے وقت میں مشکلکشا کے مانند ہے۔

پس ایسی عقل کی پیروی اپنے اوپر لازم کر رکھو اور جبتک کہ زندہ ہو کبھی اُسے ہاتھ سے نہ چھوڑو کہ یہی مہلکات میں نجات دہندہ، اور یہی باقیات صالحات اور صراط مستقیم کی طرف رہنما ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اصل میں اسلام کی بنا تسلیم و یقین کرنے، اور جن باتوں کی قرآن مجید نے خبر دی ہے ان کو بلا انکار و بلا طلب دلیل کے قبول کرنے پر ہے۔

اسی لئے انسان سے یہ سوال کیا جائیگا کہ یہ باتیں تم نے قبول کیں یا نہیں، اسکا سوال

فخذ ما انت بہ مسئول و
لا تتعب نفسك بالذی لا
تسئل عنہ والعقل الاخروی
یرشدك ویھدیك الی
ذلك التسلیم والاذعان
قال اللہ تعالیٰ لحبیبہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاستقم
کما امرت وما قال لہ و
اطلب دلیل ما امرت
بہ ومقابلۃ امر المولی
بالدلیل سنۃ الشیطان
حیث قال فی جواب امر اللہ
تعالیٰ ایاہ بالسجود لآدم کیف
اسجد لہ واعظمہ وقد
خلقتنی من نار وخلقتہ من
طین ولم یعلم من جہلہ
بان الطین منبع
الفیوضات والبرکات
والنار معدن
النقص والمہلکات
فاذا قیل لك قل
آمنت باللہ فقل
حالا بلا تردد ولا
تاخر

نہ ہوگا کہ تم نے اس پر دلیل بھی طلب کی یا نہیں ؟

بنا بریں سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ اسی بات کو مضبوط پکڑے جس کا سوال ہو۔ اور جس بات کا ذکر تک نہ آئے فضول اس میں زندگی گنوانے سے کیا حاصل ؟

اور عقل اُخروی اسی تسلیم اور یقین رکھنے کی پیروی وہدایت کرتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ "استقامت کیجئے جیسا کہ آپکو امر کیا گیا ہے" یہ نہ فرمایا کہ استقامت کیجئے اور جن باتوں کا آپکو امر ہے ان کی دلیل بھی طلب کیجئے :

حقیقت میں خداوند تعالیٰ کے امر کے سامنے دلیل طلب کرنا شیطان کی سنت (روش) ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے جب اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے لئے امر کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ "بھلا میں اسکی تعظیم اور سجدہ کرسکتا ہوں حالانکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے" بیوقوف! اپنی جہالت سے یہ نہ سمجھا کہ مٹی منبع فیوض وبرکات ہے اور آگ معدن نقص ومہلکات :

پس جبکہ تمہیں کہا جائے کہ کہو امنت باللہ (ایمان لایا میں اللہ پر) تو بغیر تردد وتاخیر کے

بلسان القال والقلب
امنت بالله وحده
لا شریك له له الملك
وله الحمد یحیی و یمیت
وهو علی کل شیء قدیر و
هو الواحد الاحد
الصمد الذی لم یلد
لم یولد و لم یکن له
کفوا احد وهو
السمیع البصیر العلیم
المتکلم الحی القیوم القادر
الاول الاٰخر الظاهر الباطن
الی اٰخر اسمائه الحسنی وهو
الازلی الابدی الذی لا
یشارکه احد فی ذاته ولا فی
صفاته ولا فی افعاله انما امره
اذا اراد شیئا ان یقول له
کن فیکون لیس بجسم لان الجسمیة
تقتضی الترکیب وهو سبحانه منزه
عن الترکیب لیس بجوهر لان الجوهر
جزء الجسم فاذا لم یکن جسما لا یکون
جوهرا ولا فی مکان ولا فی زمان
لان المکان لابد ان یکون مماسا
بالمکین والمس تقتضی الجسمیة وهو تعالی

زبان اور قلب دونوں کے ساتھ کہدو کہ ایمان لایا میں اللہ پر در آنحالیکہ وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کا ہے ملک اور اسی کو سزاوار ہے حمد" وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ایک اور اکیلا اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمجنس نہیں" وہ سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا، کلام کرنے والا ہے۔ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے وہ قادر ہے اور وہی اول و آخر ہے اور وہی ظاہر باطن ہے۔ آخر اسمائے حسنیٰ تک"

وہ ازلی اور ابدی ہے۔ اس کے ذات و صفات اور افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے فرمان کی یہ شان ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہدیتا ہے کہ ہو جا پس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے"

اور باریتعالیٰ کا جسم نہیں اس لئے کہ جسمیت کو ترکیب لازم ہے اور باریتعالیٰ ترکیب سے پاک ہے" اور جوہر بھی نہیں اس لئے کہ جوہر جسم کا جزو ہے اور جبکہ وہ جسم نہیں تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے"

اسی طرح سے باری تعالیٰ نہ کسی مکان میں ہے نہ کسی زمانہ میں اس لئے کہ مکان ضرور مکین کے ساتھ مماس ہوتا ہے اور مس بغیر جسمیت کے نہیں ہو سکتا جس سے باریتعالیٰ منزہ ہے"

منزہ عنہا ولا یمر علیہ زمان
لان الزمان عبارۃ عن تعاقب
الایام واللیالی ولیس ھناک
یوم ولا لیلۃ وھو خالق الزمان
لیس کمثلہ شیء وھو السمیع
البصیر وھو الذی تحیرت
عقول الاولین والآخرین فی
درک ذاتہ وصفاتہ واسرار
افعالہ واحکامہ واذا قیل لک
قل امنت بملئکتہ فقل
کذلک امنت بملئکۃ اللہ تعالی
کما ھو فی علم اللہ تعالی
عموما خصوصا منھم المقربون
وحملۃ عرش اللہ ومسبحو سمواتہ
وانھم معصومون من المعاصی
ومبرؤن من التذکیر و
التانیث والاکل والشرب
لا یعصون اللہ ما امرھم و
یفعلون ما یؤمرون واذا
قیل لک قل امنت بکتب
اللہ فقل کذلک امنت بجمیع
کتب اللہ المنزلۃ علی انبیائہ وانھا
من عند اللہ تعالی وان جمیع
الکتب تفاصیل کلام اللہ تعالی

اور اس پر کوئی زمانہ نہیں گذرتا۔ کیونکہ زمانہ
نام ہے رات دن کے پیچھے بعد دیگرے آنے کا! اور
اس بارگاہ قدس میں رات و دن کا گذر نہیں بلکہ
وہ خود زمانہ کا خالق ہے!

اس کے مثل کوئی شئے نہیں اور وہ شنوا
اور بینا ہے۔ اور وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے
ذات وصفات اور اسرار افعال و احکام میں
اولین و آخرین کے عقول حیران و سراسیمہ ہیں!

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو امنت
بملائکتہ (میں ملائکہ پر ایمان لایا ہوں) تو اسی
طرح سے کہدو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان
رکھتا ہوں جس طرح سے کہ وہ اللہ کے علم میں ہیں
خصوصاً ان میں سے مقربین اور حاملین عرش پر
اور آسمانوں میں تسبیح کرنیوالوں پر!
اور یقین رکھو کہ ملائکہ گناہوں سے پاک ہیں
کھانے اور پینے اور نر و مادہ ہونے سے بری ہیں!
وہ حق تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے اور
وہی کرتے ہیں جسکا انہیں امر کیا گیا ہے!
اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو امنت بکتب
اللہ (میں اللہ کی کتابوں پر ایمان لایا ہوں) تو اسی
طرح سے کہدو کہ میں ان سب کتابوں پر جو اللہ
تعالیٰ کی جانب سے انبیا پر نازل ہوئی ہیں ایمان
لایا۔ اور اس پر کہ ساری کتابیں اسی کلام قدیم
ازلی کی تفصیل ہیں جو حروف اور آواز سے

القدیم الازلی المنزہ عن الحروف
والصوت واذا قیل لک قل
آمنت برسلہ فقل کذالک
آمنت برسل اللہ جمیعا من
اولھم آدم علیہ السلام
الی آخرھم سیدنا محمد
المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
خصوصًا منھم المقربون و
جمیعھم معصومون لایعصون
اللہ تعالی موفقون من
عند اللہ تعالی بالتوبۃ
المقبولۃ ان وقعت منھم
زلۃ وھم خیر خلق اللہ
تعالی وصفوتہ من عبادہ
بلغوا الرسالۃ وادوا الامانۃ
وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ
وفضل اللہ بعضھم علی
بعض مع انا لانفرق بین
احد منھم فی نفس الرسالۃ و
اکرمھم اللہ تعالی بلذیذ
خطابہ وکلامہ واعزھم
اللہ تعالی بتائیدہ ونصرہ
ورفع
درجاتھم

منزہ ہے اور یہ سب کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی
طرف سے نازل شدہ ہیں؛
اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو آمنت
برسلہ (ایمان لاتا ہوں میں رسولوں پر) تو
کہدو کہ برابر میں اللہ تعالیٰ کے کل رسولوں پر
اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر
خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ
وسلم تک ایمان لایا ہوں۔ خصوصًا ان پر جو
مقرب بارگاہ الٰہی ہیں؛ اور کل انبیاء معصوم
ہیں یعنی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔
اور اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ مقبولہ کی توفیق دی
ہے۔ بر تقدیر اگر ان سے کوئی لغزش صادر
ہو جائے۔ اور وہ بہترین مخلوق۔ اور اللہ کے
بندوں میں برگزیدہ ہیں۔ انہوں نے تبلیغ رسالت
میں کوتاہی نہ کی۔ اور حق امانت ادا کر دیا۔ وہ
راہِ خدا میں شایانِ شان کوشش اور حق
جانفشانی بخوبی بجالائے؛
اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو
بعض پر فضیلت دی ہے۔ باوصف اس کے
کہ نفس رسالت کے بارے میں ہم ان میں
فرق نہیں کرتے۔ باریتعالیٰ نے اپنے پاک کلام
اور پیارے خطاب سے ان کی عزت افزائی
کی ہے؛
اور اپنی تائید و نصرت سے ان کو غلبہ بخشا ہے

فی الدنیا والاخرۃ واعطاهم
الشفاعة فی عصاة امتهم
وخص الله تعالیٰ بمزید
فضله من بینهم سیدنا
محمد المصطفیٰ صلی الله علیه
وسلم بالکرامة والدرجات
العلیٰ حتی انه جعله خلیفة
نفسه وجعل فعله وقوله
فعل نفسه وقول نفسه
فقال وما رمیت اذ رمیت
ولکن الله رمیٰ وقال وما
ینطق عن الهویٰ ان هو الا
وحی یوحیٰ وجعل متابعته
سببا لمحبته فقال قل ان
کنتم تحبون الله فاتبعونی
یحببکم الله وجعل اطاعته
اطاعة نفسه فقال من
یطع الرسول فقد اطاع
الله وجعل نوره اول
المخلوقات ومن نوره
خلق الارض والسموات و
جعل آدم ومن دونه
تحت
لوائه

دنیا و آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے اور اپنے گنہگاران امت میں ان کو حق شفاعت یعنی (سفارش) عطا کیا ہے۔"

خاص کر اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سب (انبیاء) میں زیادہ فضیلت و بزرگی اور بلندیٔ درجہ کے ساتھ خاص و ممتاز فرمایا ہے یہاں تک کہ آپکو اپنا خلیفہ بنایا اور آپکے قول فعل کو اپنے قول و فعل کا مظہر قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے کہ "آپ نے نہ پھینکی (خاک کی مٹھی) جبکہ پھینکی بلکہ اللہ ہی نے پھینکی تھی"۔

حضور اکرم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ "نہیں کہتے اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو نازل کی جاتی ہے"۔ اور آپ کی متابعت کو اپنی محبت کا سبب گردانا ہے اور فرمایا ہے کہ "اے حبیب! ان سے (کفار قریش سے) کہہ دو کہ اگر اللہ کی محبت کا دعوےٰ ہے تو میری متابعت میں ثابت قدم رہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کریگا"۔ اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ "جس نے رسول کی اطاعت کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ اور آپ کے نور کو سب مخلوقات سے اول پیدا کیا اور آپ ہی کے نور سے زمین و آسمان پیدا کئے۔

حضرت آدم اور ان کے بعد جو انبیاء ہیں۔ سب کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے

يوم القيمة واعطاه الشفاعة العظمى وادخل في عظيم شفاعته الانبياء والمرسلين وجعل امته بسببه وحرمته خير الامم وحفظ امته مع كثرة هجومها على المعاصي من الخسف والمسخ وعموم العذاب لعظيم حرمته صلى الله عليه وسلم فقال تعالى وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم واقسم بعمره واقسم ببلده فقال تعالى لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون ولا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد واكرمه بلقاء نفسه في هذه الدار وادناه من حضرته فقال ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى الى غير ذلك من الدرجات العلى والمقامات الاعلى والتشريفات التي لاتعد ولا تحصى ولنعم ما قيل في الفارسية

نیچے قیامت کے دن جگہ دی۔ اور حضورؐ کو شفاعت عظمیٰ کا منصب عطا کیا۔ یہانتک کہ انبیاء و مرسلین کو بھی آپکی وسیع شفاعت میں داخل ہونیکا فخر بخشا اور آپ ہی کے اعزاز سے آپکی اُمت کو خیر الامم کے لقب سے سرفراز فرمایا اور باوجود کثرت معاصی کے آپکی اُمت کو مسخ ہونے اور دھنسنے سے محفوظ رکھا اور عام عذاب سے نجات بخشی۔

یہ بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت و اعزاز کی وجہ سے آپ کی اُمت پر انعام ہے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ ان کو عذاب میں گرفتار نہ کریگا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں"۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی پیاری عمر اور آپکے پسندیدہ شہر کی قسم کھائی ہے۔ کہ "اے نبی محبوب! قسم ہے آپ کی جان عزیز کی کہ بیشک کفار اپنے نشے میں بہکے ہوئے ہیں" اور "قسم کھاتا ہوں میں اس شہر (مکہ) کی درآنحالیکہ آپ اس میں موجود ہیں"۔

اور آپ کو اسی دنیا میں اپنے دیدار سے محظوظ و مکرم کیا، اور اپنے حضور میں قربت کا درجہ عنایت فرمایا۔ قولہ تعالیٰ "پھر قریب ہوئے پھر اتر آئے اور جھک گئے یہانتک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گئے"۔

اس کے علاوہ وہ وہ بلند درجے اعلیٰ مقامات اور اعزاز آپکو حاصل ہوئے جو حد حساب و شمار

ے یاصاحب الجمال و یاسید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
واذا قیل لك قل آمنت بالیوم
الآخر فقل حالا بلا تردد ولا
تسوف ولا شك ولا ارتیاب
آمنت بالیوم الآخر واھوالہ
اھوالہ وطول مدتہ یومہ
مقدار خمسین الف سنۃ
وحسابہ وکتابہ ومیزانہ و
صراطہ وجنتہ بنعیمہا
الدائمۃ الابدیۃ وانہارھا
وقصورھا حسب درجات
اعمال داخلیہا بمحض کرم
اللہ تعالیٰ وافضالہ وجحیمہ
بالامہا الدائمۃ الابدیۃ و
عذابہا المقیم للکفار ابد
الآبدین وللفساق ان لم
ینلہم شفاعۃ الشافعین
بمقدار عصیانہم تطہیرا
لہم عن ادناس المعاصی
نجانا اللہ بفضلہ عنہا وان
اللہ تعالیٰ

سے باہر ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے (ترجمہ شعر) :
"اے صاحب جمال اور اے انسانوں کے سردار!
تیرے ہی منور چہرے سے چاند روشن ہوا ہے
تیری شایان شان تعریف ممکن نہیں۔ قصہ مختصر
یہ ہے کہ خدا کے بعد بزرگی تمہیں ہی رکھتے ہو!"

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو "آمنت بالیوم
الآخر" تو بغیر شک وشبہ اسی وقت بے تاخیر اور
بغیر کسی پس وپیش کے کہدو کہ میں روز قیامت
پر ایمان لایا۔ اور قیامت کے واقعات اور ہولناک
مناظر پر یقین رکھتا ہوں۔ اور اس بات پر کہ وہ دن
پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اور حساب وکتاب
وصراط، میزان پر ایمان رکھتا ہوں۔ نیز جنت اور
جنت کی نعمتوں پر جو ہمیشہ پائدار رہینگی اور نہروں
اور قصور (محل) پر جو جنتیوں کو حسب مدارج
اعمال محض اللہ کے فضل وکرم سے عطا کئے
جائیں گے ایمان رکھتا ہوں۔

اسی طرح دوزخ کو مانتا ہوں اور دوزخ کی
ان تکالیف وعذاب کی تصدیق کرتا ہوں جبمیں
کفار ہمیشہ ابد آلاباد تک اور فساق (گنہگار) اپنے
گناہوں کی آلودگی سے پاک ہونے کے لئے مبتلا
رہیں گے۔ اگر کسی کی شفاعت سے انکی دستگیری
نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے اس
سے نجات بخشے!

اور اس بات کو صحیح تسلیم کرتا ہوں کہ اللہ بعض

ينجي بفضله وكرمه بعض
عباده الصالحين عن اهوالها
وهو مستريحون في ظل
عرشه ويصير ذلك اليوم
بطوله عليهم مقدار ما
يصلون في الدنيا ركعتي
النفل فلا تحير في ذلك
فان الله تعالى خالق الزمان
يطوله على من يشاء ويقصره
على من يشاء فلا تكن من الممترين
واذا قيل لك قل آمنت بالقدر
خيره وشره فقل كذلك
آمنت بالقدر خيره وشره
من الله تعالى اعلم ايها
الطالب لسبيل النجاة
ان مسئلة التقدير من ادق
مسائل الكلام واغمضها و
الايمان به واجب والتفحص
عن اسرارها وكنه حقايقها
بدعة لان عقلك المعاشي
قاصر عن درك حقيقة
المسئلة واللازم عليك الاذعان
والتسليم بان الخير والشر
كله بفعل الله تعالى وارادته وقدرته

اپنے فضل وکرم سے اپنے بعض صالح بندوں کو قیامت کے ہولناک مواقع سے محفوظ رکھیگا اور عرش کے سایہ میں ان کو آرام کے لئے جگہ دیگا اور اتنا طویل دن ان کے لئے اتنے وقت کے برابر ہوجائیگا جس میں دو رکعتیں نفل کی پڑھی جاتی ہیں

اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے جبکہ باریتعالیٰ خود زمانے کا خالق ہے تو یہ بھی اسکے قبضۂ قدرت میں ہے کہ جس کے لئے چاہے اس کو لمبا بنادے اور جس کے لئے چاہے اسے کوتاہ کردے پس تم کو شک کرنیوالوں میں سے نہ ہونا چاہیے

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو آمنت بالقدر خیرہ وشرہ من الله تعالیٰ (ایمان لایا میں تقدیر پر کہ خیر وشر جملہ اللہ کی جانب سے ہے) تو تم کو اسی طرح سے کہنا چاہیے۔

اے راہ نجات کے طالبو! جاننا چاہیے کہ قدر کا مسئلہ علم کلام کے نہایت دقیق ترین اور پیچیدہ مسائل میں سے ہے۔ اور قدر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے اسرار وحقیقت کی تلاش میں پڑنا بدعت ہے!

اس لئے کہ عقل معاشی اس مسئلہ کی حقیقت پانے سے قاصر ہے۔ اس لئے تم پر لازم ہے کہ اس بات کا پختہ یقین رکھو اور اس کو تسلیم کرو کہ خیر وشر کل اللہ کے قدر وارادہ سے ہی ہوتا ہے جس کو تمہارے تولد سے پہلے ہی اللہ نے مقدر کر لیا ہے

قال الله تعالیٰ والله خلقکم وما تعملون وقال النبی صلے الله وسلم اربعة تکتب علی ابن ادم وھو فی بطن امہ السعادة والشقاوة والرزق والعمر لکنہ یرضی بالخیر ولا یرضی بالشر وھذا المحل مزلة اقدام التابعین للادلة العقلیة المحرومین عن اسرار حکم الله تعالیٰ فی خلقہ فقالوا اذا کان الله تعالیٰ لا یرضی بالشر فلای شئ قدرالشر وارادہ ویتشعب الملحدون فی ھذا المقام شعبا کثیرة حسب اتباع عقولھم الفاسدة وتتبع دلائلھم الکاسدة فنجی المتشبثون باذیال الشریعة حیث فوضوا اسرار الله وحکمہ فی ملکہ وملکہ الیہ واقروا بالتسلیم والایمان بقضاء الله وقدرہ وخسر ھنالک المبطلون واما قولھم اذا کان الله لا یرضی بالشر فلای سبب قدرہ وارادہ فھذا الاعتراض فی

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے اعمال کو بھی"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ چار چیزیں ایسی ہیں جو ابن آدم پر اس وقت لکھی جاتی ہیں جبکہ وہ ماں کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے۔ سعادت، شقاوت، رزق، اور عمر۔

لیکن اللہ تعالیٰ خیر سے راضی ہوتا ہے اور شر سے ناراض۔ یہی مقام ہے جہاں سے دلائل عقلیہ کے تابعین جو اللہ کی حکمتوں کے اسرار سے محروم ہیں ان کے پاؤں پھسل گئے ہیں اور کہہ بیٹھے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتا تو اس نے شر کو پیدا ہی کیوں کیا اور اسکا ارادہ کیوں فرمایا۔

اور اسی محل میں ملحدین کی (اپنے عقول فاسدہ و دلائل کاسدہ کے اتباع کے موافق) کئی شاخیں نکلی ہیں،

پس جن لوگوں نے کہ شریعت کے دامن میں چنگل مارا ہے اس طرح پر کہ اللہ کے اسرار اور حکمتوں کو جو اللہ کے ملک اور ملک میں ہیں اسی کو سونپ دیں اور اللہ کے قضا و قدر پر تسلیم و ایمان کا اقرار کیا ہے تو وہ نجات پا گئے اور جنہوں نے اسکو باطل قرار دیا وہ ٹوٹے میں رہے۔

اور انکا یہ کہنا کہ جب اللہ تعالیٰ شر سے ناراض ہے۔ تو اسے کیوں اس نے پیدا کیا اور کیونکر اس کا ارادہ کیا؟ یہ اعتراض نہایت بیہودہ اور بعید فہمانہ

غاية السفاهة والشناعة لان العبد ليس له ان يسئل مالكه عن سبب اوامره ونواهيه بل العبودية الاذعان اليقيني بالاوامر والتحرز والاجتناب عن ارتكاب المناهي وفي الحقيقة الشر شر بعد تعلقه بالعباد واما قبل تعلقه بكسب العبد فليس في الشر شرارة اصلا مثلا البيش سم قاتل فالبيش في اصل خلقته ليس فيه شر اصلا وانما الشر يحصل فيه للانسان بعد اكله واستعماله وما دام كان في الارض فليس فيه شر ولا ضرر فان قيل فاى فائدة في خلقه نقول فيه فوائد كثيرة لبعض الامراض بعد اصلاحه ولعل فيه فوائد اخر حيث لا نعلمه فكما ان اعتراض خلق البيش على الله تعالى سفاهة وحماقة كذلك الاعتراض عليه في تقدير الكفر والعصيان سفاهة وحماقة و

ہے اس لئے کہ بندہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے مالک سے اس کے اوامر و نواہی کے سبب دریافت کرنے لگجائے۔ بلکہ اصل بندگی یہ ہے کہ اس کی ساری باتوں پر پختہ یقین رکھنے کے ساتھ اوامر پر نہایت مستعدی سے قایم رہکر عمل درآمد کرتا رہے اور نواہی سے بچے اور سخت پرہیز کرتا رہے؞

اور درحقیقت اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو شر اس وقت شر اور برا ہے جبکہ اسکا تعلق بندوں کے افعال سے ہوجاتا ہے لیکن اس تعلق کے قبل شر میں کوئی برائی نہیں مثلاً بچھناگ۔ زہر قاتل ہے اور اسکا شر کھلا ہوا ہے لیکن اگر اسکی پیدایش پر نظر ڈالو تو اس میں کوئی شر نہیں۔ شر اور برائی جو اس سے نکلتی ہے وہ جب ہے کہ انسان اسے کھائے اور استعمال میں لائے لیکن جبتک کہ یہ جڑ زمین میں گڑی ہوئی ہے تو اس میں نہ کوئی شر ہے اور نہ کسی قسم کا ضرر؞

شاید تم کہدو کہ پھر اس کی پیدائش سے آخر کیا فائدہ برآمد ہوا؟" اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت فوائد ہیں۔ بعض بیماریوں کو اصلاح کے بعد نہایت فائدہ کرتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں اور بھی فوائد ہوں جنکا اب تک تجربہ نہ ہوا ہو؞

پس جسطرح سے کہ بچھناگ کی پیدائش کے بارے میں حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا سفاہت اور حماقت ہے بالکل اسی طرح کفر اور گناہ کی پیدائش میں نکتہ چینی

سم الحية قاتل للانسان و
سبب لحيوة تلك الحية و
الهواء سبب حيوة الانسان
وهو بعينه ما سبب هلاك
الحيتان فلا يقول عاقل
اى رب لم خلقت الهواء
لانها سبب هلاك الحيتان
والله تعالى لا يسئل عما يفعل
ونحن مسئولون فان قلت
سلمنا ان فى البيش بعض
المنافع بعد الاصلاح وسم
الحية وان كان سما للانسان
فهو حيوة لتلك الحية و
كذا الهواء فما الفائدة فى
الكفر والعصيان نقول ان فى
الكفر والعصيان فوائد كثيرة
لا يعلمها الا الله تعالى
واما بحسب الظاهر فمنها
ان الكفر والعصيان
فيهما اظهار جلالة
حلم الله تعالى
لاعدائه وفيهما
عبرة لاولى الالباب
حتى يعلموا ان حلم

نادانی اور جہالت ہے۔
اور دیکھو! سانپ کا زہر انسان کیلئے قاتل
ہے لیکن خود ان سانپوں کے لئے سبب حیات ہے۔
ہوا انسان کیلئے سبب حیات ہے اور مچھلیوں
کیلئے موجب ہلاک۔
اس کے بعد کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے
پروردگار! تم نے ہوا کیوں پیدا کی اس لئے کہ
یہ ہوا تو مچھلیوں کے لئے ہلاکت کا سبب ہے؟
اصل میں خالق سے یہ سوال نہیں کیا جا سکتا
کہ تم نے یہ کام کیونکر کیا! اس لئے کہ وہ حکیم ہے
البتہ بندے مورد سوال ہیں۔
اگر تم کہو کہ خیر! ہم نے تسلیم کیا کہ بچھناگ اصلاح
کے بعد فائدے رکھتا ہے اور سانپ کا زہر اگرچہ
انسان کا قاتل ہے لیکن اسی سانپ کیلئے سبب
حیات ہے۔ لیکن کفر و عصیان کا فائدہ پھر بھی سمجھ
میں نہیں آتا۔
ہم کہیں گے کہ کفر و عصیان میں بھی بہت سے
فوائد ہیں جنکو باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا
لیکن باعتبار ظاہر جو ہماری سمجھ میں آ سکتے ہیں
وہ گنائے دیتے ہیں۔
(۱) ایک یہ ہے کہ کفر و عصیان اللہ کے حلم
(بردباری) کی بڑائی کا (جو اعداء کے ساتھ ہے)
پتہ دیکر سمجھداروں کے لئے ایک درس عبرت
کھول دیتے ہیں جس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس

اذا كان لاعدائه فی هذه الدار بهذه
المرتبة فكيف يكون حلمه لاحبائه
فی الدار الآخرة ومنها اختبار
المؤمنين بثروة الكفار و
تنعمهم فی هذه الدار بالاموال
والبنين اهم يميلون الی حالهم
بالقلب اليهم ام يصبرون علی
تكاليف الدنيا ابتغاء ما
عند الله من الثواب الاخروی
الذی وعدهم الله تعالی علی
لسان انبيائهم عليهم الصلوة
والسلام وهذه فتنة عظيمة
ابتلی بها كثير من الناس قال
الله تعالی احسب الناس ان
يتركوا ان يقولوا آمنا وهم
لا يفتنون ولقد فتنا الذين
من قبلهم فليعلمن الله الذين
صدقوا وليعلمن الكاذبين
ومنها تفديتهم فی القيمة
لبعض عصاة المؤمنين كما
ورد فی الحديث وهذه منة
عظيمة من الله تعالی علی
المؤمنين ومنها رغبة المؤمنين و
حثهم علی امور الآخرة حيث فرضته

دنیا میں جب حق تعالیٰ کا حلم اپنے دشمنوں کیساتھ
اس حد تک ہے تو اپنے دوستوں اور خاص
بندوں کے ساتھ آخرت میں کہاں تک ہوگا؟
(۲) دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے
کہ وہ اس دنیا میں کفار کی ثروت (آسودہ حالی) و
نعمت اور مال و اولاد کو دیکھکر کیا دل سے ان کے
حال کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ یا ثواب اُخروی کی
خواہش میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مہیا کر رکھا ہے
اور اپنے انبیاء علیہم الصلوات کی زبانی اسکا وعدہ
فرمایا ہے۔ دنیا کے چند روزہ مصائب و تکالیف
پر صبر و شکر کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا فتنہ عظیم ہے
جس میں اکثر لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ حق تعالےٰ کا
ارشاد ہے کہ کیا لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ
(محض) آمنا کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے جائیں گے
اور وہ فتنہ میں مبتلا نہ کئے جائیں گے اور البتہ اس
سے پہلے بھی ہم نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ
سچوں اور جھوٹوں کو جان لے؟
(۳) تیسرا یہ کہ قیامت کے دن کفار کو گنہگار
مومنوں کے لئے فدیہ کر دیا جائیگا جیسا کہ احادیث
میں وارد ہے اور یہ اللہ کا مومنین پر بڑا احسان ہے
(۴) چوتھا یہ کہ اس صورت سے مومنین کو امور
آخرت کی طرف شوق اور رغبت دلائی گئی ہے۔ اور
ان کے جذبات و حیات کو اس بات کی طرف برانگیختہ
کیا اور ابھارا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور سارے

امور الدنیا وتنعمها للکفار و
الفساق فکما انهم منهمکون
فی امور الدنیا ولا یشارکوننا
فیها فینبغی للمؤمنین ان
ینهمکوا فی امور الآخرة ولا
یشارکونهم فیها ولذا قیل
الدنیا سجن المؤمن وجنة
الکافر ومنها ظهور نور
الاسلام فی مقابلة ظلمات
الکفر والعصیان فان
الاشیاء تعرف باضدادها
ولزوم الشکر للمؤمنین حیث
اعطوا نعمة الایمان و الاسلام
ونجاهم الله تعالیٰ بفضله
عن الکفر والطغیان فلولم
یخلق الکفر لما عرف للاسلام
قدرًا وما ادوا له شکرًا
ومنها اظهار غنی الله
تعالیٰ عن خلقه وعن
اعمالهم فانه لو کان له
فی الطاعات منفعة
او فی الکفر والمعاصی
مضرة لما خلق اکثر عباده
کفارا قال الله تعالیٰ

دنیاوی امور کفار و فساق کو سونپ گئے ہیں۔ تو
جس طرح سے کہ وہ (کفار) مشاغل دنیا میں منہمک
اور محو ہیں اور اس معاملہ میں ہم (مومنین) ان کے
ساتھ شریک نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی غیرت کا
تقاضا یہ ہونا چاہئے اور انکو سزاوار اور زیبا بھی یہ
ہے کہ بہ تن امور آخرت میں مصروف اور منہمک ہو
جائیں اور اس بات میں انکو (کفار کو) اپنے ساتھ
شریک نہ بنائیں۔" اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ
" دنیا مومن کے لئے جیلخانہ اور کافر کیلئے جنت ہے"

(۵) پانچواں یہ کہ اسلام کا نور کفر و عصیان کی
اندھیریوں کے مقابلہ میں اور زیادہ روشن و ظاہر ہو
جائے۔ اس لئے کہ سب چیزیں اپنی ضدوں کے ساتھ
مقابلہ کرنے سے جانی جاتی ہیں۔ اور مسلمان اس
حقیقت کو جانکر شکر کو اپنے اوپر لازم کر رکھیں کہ
ان کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے کفر و سرکشی سے نجات
دی اور اسلام و ایمان کی نعمت عطا کی۔" پس اگر
کفر نہ پیدا کیا جاتا تو نہ اسلام کی قدر کو جانا جاسکتا
اور نہ اسکا شکریہ ادا کیا جا سکتا۔"

(۶) چھٹا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے غنا اور بےنیازی
کا اظہار ہو کہ اس بے نیاز شہنشاہ کو مخلوق اور
اس کے اعمال کی کوئی پروا نہیں۔ اس لئے کہ اگر
اُسے بندوں کی طاعت میں منفعت ہوتی اور
کفر و معاصی میں مضرت تو ضرور وہ اپنے اکثر بندوں
کو کفار نہ پیدا کرتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

ان الله لغنی عن العلمین و منها
اظهار عظم قدر الانبیاء
علیهم السلام علی ملئکة الکرام
وباقی خلقه بتنعیم احبائهم و
تعذیب اعدائهم و لنعم ما
قیل فی الفارسیة ؎ برائے دوستش
جنت برائے دشمنش دوزخ ؛ خدائے او
مقرر ساخت تا قدر ورا دانی ؛ ولعل
فیه منافع اخری لا نعلمها
وما یعلم جنود ربك الا هو
و لنفرد مسئلة التقدیر برسالة
التنویر فی اٰخر الکتاب
انشاء الله تعالیٰ واذا قیل
لك قل اٰمنت بالبعث بعد
الموت فقل بلا تردد و لا
طلب دلیل اٰمنت بالبعث
بعد الموت والبعث بعد
الموت حق والایمان به
واجب ولا یتم الایمان الا به
اعلم ان مسئلة البعث بعد
الموت من اشهر مسائل
المتنازع فیها بین الکفار
والمسلمین فالکفار قدیما و
حدیثا ینکرونه لان عقولهم

"تحقیق اللہ کل مخلوقات سے غنی اور بے نیاز ہے"
(۷) ساتواں کفر کے پیدا کرنے سے یہ مقصد ہے
کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے
دوستوں کو نعمتیں دیکر اور ان کے دشمنوں کو عذاب
میں مبتلا کر کے انبیاء علیہم السلام کے بڑے مرتبے
اور شرف کو ملائکہ اور باقی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔
اور کیا اچھا کہا گیا ہے فارسی میں ؎ برائے
دوستش جنت برائے دشمنش دوزخ ؛ خدائے او
مقرر ساخت تا قدر ورا دانی ؛

کفر و عصیان میں اس کے علاوہ اور بھی منافع
ہونگے جن کو ہم نہیں جانتے ؛ اللہ کے عجائب
اسرار کو اللہ ہی جانتا ہے ؛

(نوٹ) مسئلہ تقدیر کو رسالۃ "التنویر" کے نام سے
آخر کتاب میں علیحدہ بیان کیا جائیگا ؛

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو آمنت بالبعث
بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ بعث (زندہ ہونے
پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح بلا تردد اور بلا طلب
دلیل صاف کہدو اور عقیدہ رکھو کہ موت کے بعد
اٹھنا حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور
اس بات پر ایمان لائے بغیر ایمان کامل نہیں۔

جاننا چاہئے کہ بعث بعد الموت کا مسئلہ ان مشہور
مسائل میں سے ہے جو کفار اور مومنین کے درمیان
مختلف فیہ ہیں۔ کفار پچھلے زمانے سے لیکر اب تک
اسکا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ اسلئے کہ ان کی

الناقصة تابی الوجود بعد العدم
والمسلمون بحمد الله تعالیٰ
معترفون بالبعث بعد الموت
اتباعاً لقوله تعالیٰ قال من
یحی العظام وهی رمیم قل
یحییها الذی انشاءها اول مرة
وهو بکل خلق علیم ویقولون
ان الذی خلق الخلق من العدم
اول مرة قادر علی ان یخلقه
مرة ثانیة بالطریق الاولیٰ
فان قیل خلق الخلائق علی
ممر الدهور من نطفة الابوین
ولیس هناک عدم محض کما
هو مذهب المادیین. قلنا
من ای نطفة خلق ابونا آدم
علیه السلام فان قیل خلق
من التراب قلنا کذلک
یخلق الله الموتی من التراب
ومن ای نطفة خلقت
الملائکة وعالم الارواح و
عالم الاجنة فان قلت من
مادة النور
او
من مادة النار

ناقص عقلیں عدم کے بعد وجود کا انکار کر دیتی ہیں؟
اور مسلمان بحمدہ تعالیٰ بعث بعد الموت کا باتباع
فرمودۂ الٰہی اعتراف کرتے ہیں ارشاد الٰہی ہے۔
انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو درآنحالیکہ وہ گل
گئی ہوں کون زندہ کریگا کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) کہ وہی خدا اسے زندہ کریگا جس نے اسے
پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر ایک چیز کی صنع کو
جانتا ہے:

مسلمان کہتے ہیں کہ جس ذات کی یہ شان ہو
کہ وہ پہلے پہل مخلوق کو عدم محض سے پیدا کر سکے
وہ بطریق اولیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اسے
دوبارہ پیدا کردے۔ اگر بنا بر مذہب مادیین (نیچری
یا دہریہ) یہ کہا جائے کہ ساری خلقت ابتداءً
والدین کے نطفہ سے ہی پیدا ہوتی چلی آرہی ہے
عدم محض سے پیدائش نہیں ہو سکتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اچھا پھر بتلایئے کہ ہم
سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کس نطفہ سے
پیدا کئے گئے؟

اگر تم کہو مٹی سے، ہم کہیں گے ٹھیک ہے
مُردوں کو بھی حق تعالیٰ مٹی سے اسی طرح پیدا
کردیگا!

اچھا! ملائکہ، جن، اور عالم ارواح کس نطفے
سے پیدا کئے گئے ہیں؟
اگر تم کہو گے کہ نور یا نار کے مادے سے۔

قلنا كذلك يحيى الله
الموتى من مادة النور او
من مادة النار حسب اعمالهم
النورية والنارية والله
على كل شيئ قدير وبعث
الخلق مما وعده الله تعالى
ولن يخلف الله وعده و
البعث بعد الموت من
مسائل الضرورية الاسلامية
نطق به القرآن وتواترت به
الاحاديث الصحيحة فمنكره
خارج عن دائرة الاسلام
فاطلب النجاة باتباع قول
الله وقول الرسول واترك
العقل الافلاطوني فانه
يهلكك كما اهلكه

## فصل

ومما ينجيك من عذاب
الآخرة اعتقادك الجازم
بشرف الآل والاصحاب
ولزوم المحبة معهما بمحبة
النبي صلى الله عليه وسلم
فان النبي صلى الله عليه وسلم
حث امته بالمحبة مع ابناءه
الطيبين الطاهرين واصحابه

ہم جواب میں عرض کرینگے صحیح فرمایا بالکل اسی طرح سے حق سبحانہ وتعالیٰ بلحاظ اعمال بعض مُردوں کو نور کے مادہ سے اور بعض کو آگ کے مادہ سے زندہ کردیگا۔" اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے" مخلوقات کا بعث ان امور سے ہے جنکا خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:" اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا"

اور بعث بعد الموت ان مسائل ضروریہ اسلامیہ سے ہے جسکا قرآن شاہد ہے اور جس کے بارے میں احادیث صحیحہ تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔ اس لئے اسکا منکر اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ اس وجہ سے تمہیں چاہیئے کہ ارشاد الٰہی اور فرمان مصطفوی کے اتباع میں نجات طلب کرو اور عقل افلاطونی کو چھوڑ دو کہ یہ تمہیں بھی ایسا ہی ہلاک کردیگی جیساکہ خود اُسے ہلاک کیا تھا"

## فصل

ان امور میں سے جو تمہیں عذاب آخرت سے نجات دے سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب کے شرف اور بزرگی کا پختہ اعتقاد رکھو اور ان کی محبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے لازم جانو اس لئے کہ حضور اکرم نے اپنی امت کو اپنی پاک وپسندیدہ آل اور پرہیزگار و برگزیدہ اصحاب کی محبت کے لئے نہایت شوق دلایا ہے اور برانگیختہ

البررۃ المتقین وفی شرفہما وعظیم حقوقہما النصوص القرآنیہ والاحادیث الصحیحۃ النبویۃ مالا یکاد یحصر کانہ صلے اللہ علیہ وسلم علم بالعلم الالٰھی ان بعض امتہ سیبغضون احدی الطائفتین نفرقۃ منہا تحب الآل وتبغض وتنقص الاصحاب وسموا انفسہم شیعۃ علی رضی اللہ عنہ وھم الروافض یقعون فی اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویتھمونہم باشیاء کثیرۃ من النقائص وھم برءآء منہا ونستشھد علی براءتھم وحسن عاقبتھم بالشاھدین العادلین اللہ ورسولہ قال اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم

کیا ہے۔"

ان کے شرف اور حقوقِ عظیمہ کے بارے میں نصوصِ قرآنیہ اور صحیح احادیثِ نبویہ اس کثرت سے وارد ہیں جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الٰہی سے جان لیا تھا۔ کہ امت کا ایک حصہ ان دونوں برگزیدہ جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ بغض رکھیگا جس کی بنا پر آپ نے اس قدر ترغیب فرمائی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک فرقہ ایسا ہے، جو آل سے تو محبت کرتے ہیں۔ لیکن اصحاب کے ساتھ سخت بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کی شان کو کم کر دیتے ہیں۔ اس گروہ نے اپنا نام شیعۂ علیؓ (یعنی طرفدارِ علیؓ) رکھ لیا ہے اور یہی روافض ہیں۔ یہ لوگ اصحابِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر بہت سی ایسی باتوں کی تہمت لگاتے ہیں جن سے وہ فی الحقیقۃ بری ہیں۔

ہم اہلسنّت والجماعت ان کی براءت اور حسنِ عاقبت پر دو عادل گواہ پیش کر سکتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کا رسولؐ۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کفار کے حق میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں (اے مخاطب) تو ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہی دیکھتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کرتے ہیں۔ سجدوں

من اثر السجود وقال تعالیٰ
لقد رضی اللہ عن المومنین
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ
فعلم ما فی قلوبھم فانزل
السکینۃ علیھم وقال تعالیٰ
والسابقون الاولون من
المھاجرین والانصار والذین
اتبعوھم باحسان رضی اللہ
عنھم ورضوا عنہ واعد لھم
جنٰت تجری تحتھا الانھار
جعل اللہ تعالیٰ رضوانہ
للمھاجرین والانصار و
للذین اتبعوھم بالاحسان
دلت الآیۃ علی ان رضوان
اللہ تعالیٰ لھم ولمن تبعھم
بالاحسان والمحبۃ واما الذین
اتبعوھم بالکفران والبغیضۃ
فلا یستحقون رضوان اللہ
تعالیٰ کفانا رضوان اللہ ولا
نبالی بسخط اعداء اللہ تعالیٰ
وقال اللہ تعالیٰ لا یستوی
منکم من انفق من قبل الفتح
وقاتل اولئک اعظم درجۃ
من الذین انفقوا من بعدہ

کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانیاں ہیں"۔ اور ارشاد ہے کہ تحقیق اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ تم سے درخت کے تلے بیعت کر رہے تھے پس اس نے جو اُن کے دلوں میں ہے جان لیا۔ پھر ان پر اطمینان نازل فرمایا" اور ارشاد ہے" اور پہلے پہل سبقت کرنیوالے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ سب اللہ سے خوش۔ اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے تلے نہریں بہتی ہیں"

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی مہاجرین انصار اور ان کے باخلاص متبعین کے لئے ظاہر فرمائی ہے تو اس آیت نے اس بات پر صاف دلالت کی کہ اللہ کی خوشنودی صرف اِن کے لئے ہے اور اُن کے لئے ہے جو اِن کے بعد بھلائی اور محبت کے ساتھ انکے تابع ہوئے۔

لیکن وہ لوگ جو ان کے بعد ان کے ساتھ بغض اور ناشکری سے پیش آئے تو وہ کبھی اللہ کی خوشنودی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

ہمیں اللہ کی خوشنودی کافی ہے اعداءِ الٰہی کے غصہ کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں"۔

اور ارشاد الٰہی ہے کہ "تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ اور قتال کیا ہے ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح کے پہلے خرچ اور قتال کیا ہے۔ یہ لوگ از روئے درجہ و

قالوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ
فانظر بعین الانصاف الی جملۃ
قول اللہ تعالیٰ وکلا وعد اللہ
الحسنیٰ والحسنیٰ ھی الجنۃ باتفاق
المفسرین فلفظۃ کلا تنادی
باعلی صوتھا ان الصحابۃ رضوان
اللہ علیھم اجمعین کلھم
من اھل الجنۃ فاندفع بھذہ
الکریمۃ ما سول الشیطان فی
قلوب اولیائہ ان الصحابۃ
رضی اللہ عنھم احیانا اللہ
علی محبتھم وحشرنا فی زمرتھم
بعد وفات النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انحرفوا معاذ اللہ
عن جادۃ الاسلام وارتدوا بعد الایمان
الا نفرا یسیرا ما یبلغ عددھم سبعۃ
لان من کان مآلہ الجنۃ بشھادۃ رب
العلمین کیف یظن المسلم انھم ماتوا
مرتدین عیاذاً باللہ تعالیٰ ضد
لفظۃ وعد اللہ تشیر الی ان ھذہ
البشارۃ للاصحٰب من مواعد اللہ
الذی لا یخلف المیعاد قال تعالیٰ
وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہٗ وقال
تعالیٰ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا

اجر بہت بڑے ہیں "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اور اللہ نے سب سے نیک وعدہ کیا ہے۔" انصاف کی نظر سے "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" کے جملہ کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اسلئے کہ "حسنیٰ" باتفاق مفسرین "جنت" ہے۔ اور "کلا" (سب) کا لفظ نہایت بلند آہنگی سے پکار کر کہتا ہے کہ "صحابہ رضی اللہ عنہم سبھی سب اہلِ جنت سے ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے وہ شبہ بھی دفع ہوجاتا ہے جس کو شیطان نے اپنے دوستوں کے دلوں میں آراستہ کر دکھایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمیں زندہ رکھے۔ اور قیامت کے دن انہی کی جماعت میں اٹھائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد" سوا ایک چھوٹی جماعت کے جو کل کے کل شمار میں سات ہیں" سبھی سب اسلام کے راستہ سے منحرف ہوگئے اور ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئے (معاذ اللہ) اس لئے کہ جن لوگوں کا مآل رب العلمین کی شہادت سے جنت قرار پائے تو ایک مسلمان یہ گمان کیونکر کرسکتا ہے کہ وہ عیاذاً باللہ مرتد ہو کر مریں۔"

اور "وعد اللہ" کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصحاب کو یہ بشارت وعدہائے الٰہی سے ہے اور خود اللہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔"

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے (مال فے: غنیمت) ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں

من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا و ینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصادقون والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنو ربنا انک رؤف رحیم ؀ قسم اللہ تعالیٰ امۃ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاث فرق لا ولیٰ فرقۃ المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم ابتغاء فضل اللہ ورضوانہ ونصرۃ اللہ ورسولہ فوصف اللہ تعالیٰ ھذہٖ الفرقۃ بانھم ھم الصادقون فی قولھم وفعلھم المشار الیہ فی قول اللہ تعالےٰ

سے نکالے گئے ہیں جو اللہ کے فضل و رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں“ (اور نیز مال غنیمت) اُن کے لئے ہے جنہوں نے (مہاجرین کے آنے سے پہلے) مدینہ میں اور ایمان میں قرار پکڑا دوست رکھتے ہیں اس کو جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی غرض (یا کوئی خلش) اس شئی کی طرف جو مہاجرین کو دیدی جائے اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو بچا تا ہے اپنے نفس کو بخل (یا حرص) سے تو یہی لوگ کامیاب اور فلاح پانیوالے ہیں“ اور جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہم کو بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان لانے والوں کی بابت ہمارے دلوں میں کینہ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفیق و مہربان ہے“

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تین فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک فرقہ ان مہاجرین کا ہے جو اپنے وطن اور مال سے محض اس لئے نکالے گئے کہ وہ اللہ کے فضل و رضامندی کے طلبگار تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کے خواہاں۔ پس اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اس گروہ کا وصف اس طرح فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے قول و فعل میں صادق ہیں اور انہیں کی طرف

والئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين الاية فدرجتهم بعد درجة الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام الثانية فرقة الانصار الذين تبوؤ الدار والايمان من قبل المهاجرين وصفهم الله تعالىٰ بانهم يحبون المهاجرين ويؤثرونهم علىٰ انفسهم ولو كان بهم خصاصة نصروا الله ورسوله فوقاهم الله شح انفسهم واولئك هم المفلحون المشار اليهم فى الاية بالشهداء ودرجتهم بعد درجة الصديقين فرقة ثالثة ليسوا بالمهاجرين ولا بالانصار جاؤا بعد الفرقتين الاولين الذين سبقت لهما الحسنىٰ والدرجات العلىٰ فى العقبىٰ لكنهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان يطلبون المغفرة لانفسهم

اس آیت پاک میں اشارہ ہے کہ "جو اللہ اور رسول ؐ کا کہا مانتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے" یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صلحا ۔ ۔ تو ان کا درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد ہی ہے۔"

دوسرا فرقہ انصار کا ہے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں قرار پکڑا اور ایمان کو اپنے دل میں جگہ دی ۔ اللہ نے ان کا وصف اسطرح بیان فرمایا ہے کہ "یہ گروہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم سمجھتے ہیں ۔ اگرچہ خود فقر وفاقہ میں ہی ہوں" اللہ نے ان کو اپنے نفسوں کے حرص وبخل سے بچا لیا اور وہی لوگ کامیاب ہوئے جن کی طرف آیت مذکورہ میں "شہداء" کے لفظ سے اشارہ ہے ۔ اور ان کا درجہ صدیقین کے درجہ کے بعد ہے "

تیسرا فرقہ ایسا ہے جو مہاجرین اور انصار میں سے نہیں ہے اور ان دونوں جماعتوں کے بعد آیا ہے جن کے لئے "حسنیٰ" (جنت) اور بلند مراتب نے آخرت میں سبقت کی ہے ۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں "اے ہمارے رب! ہم کو اور ان کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے سبقت کی ہے بخش دے" یہ جماعت اپنے لئے اور اپنے ان بھائیوں کے لئے جو ان سے پہلے ایمان لا چکے ہیں مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ کہ

ولاخوانهم الذين سبقوهم بالايمان ويقولون ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذين امنوا فبمحبتهم للصلحين الاولين والاستغفار لهم ودعائهم بان لا يجعل الله فی قلوبهم غلا وبغضا وعداوة لهم وصفهم الله تعالی بان ربك عليهم رؤف رحيم المشار اليهم فی الاية بقوله بانه هم الصلحون ودرجتهم بعد درجة الشهداء فالمهاجرون الاولون نالوا الدرجات بمحبتهم له صلی الله عليه وسلم والانصار نالوا الدرجات العالية بمحبتهم له صلی الله عليه وسلم وللمهاجرين وباقی الامة المرحومة نالت الرافة والرحمة من ربهم بمحبتهم لاخوانهم الذين سبقوهم بالايمان لان المرء مع من احب والذين ليسوا من المهاجرين ولا من الانصار ولا من المستغفرين للصحابة الكرام بل جعلوا الغل و العداوة والبغض لهم

"اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں مؤمنین کے لئے کینہ نہ ڈال"

پس اس وجہ سے کہ یہ لوگ صالحین اوّلین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں ان کے بارے میں دعائیں مانگتے ہیں کہ "اے اللہ! ہمارے قلوب میں ان کے بغض، کینہ، اور عداوت کو جگہ نہ دے" تو ان کا حق تعالیٰ نے یوں وصف کیا ہے کہ "اللہ ان پر رحیم اور نہایت مہربان ہے" اور انہیں کی طرف آیت مبارکہ میں صالحین کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا درجہ شہداء کے درجہ کے بعد ہے"

پس مہاجرین اوّلین اتنے بلند مراتب سے اسی وجہ سے ممتاز ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مٹے ہوئے تھے اور انصار درجات عالیہ سے جبھی سرفراز ہوئے کہ حضور اکرم اور مہاجرین کی محبت سے سرشار تھے۔ اور باقی امت مرحومہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رافت ورحمت کی اسی وقت مستحق ہوئی جبکہ ان سب کی محبت کو انہوں نے حرز جاں بنایا، اسلئے وارد ہے کہ "آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہوگا"

لیکن وہ لوگ جو کہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے اور نہ ان لوگوں میں سے جو صحابۂ کرامؓ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں بلکہ ایسے لوگ ہوں جنہوں نے کینہ، بغض اور عداوت

ودینهم ودأبهم وجعلوا الطعن
واللعن عیاذا بالله لاولیاء الله
تعالیٰ واصحاب رسول الله صلی
الله علیه وسلم عبادتهم و
دینهم فما ظنك بهم ألهم حظ
فی الآخرة أم لهم براءة من النار
کلا انهم عن ربهم لمحجوبون ثم
انهم لصالوا الجحیم ثم یقال لهم
هذا الذی کنتم به تکذبون و
الشاهد الثانی علی براءتهم وحسن
عاقبتهم النبی صلی الله علیه وسلم
قال النبی صلی الله علیه وسلم ان
الله اختارنی واختار لی اصحابا
فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم
فببغضی ابغضهم جعل النبی صلی الله
علیه وسلم بغض الصحابة بغض
نفسه ومن ابغض النبی صلی الله
علیه وسلم کیف یسوغ له ان یدعی
الاسلام وقال النبی صلی الله علیه وسلم
اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم
اهتدیتم وقال النبی صلعم الله الله
فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا
من بعدی فلو انفق احد کم
مثل احد ذهبا ما بلغ

کو اپنا دین اور طریقہ بنا لیا ہو اور لعن وطعن اولیاء اللہ اور اصحاب رسول اللہ کو اپنی عادت و عبادت سمجھتے ہوں پس تم ان کے بارے میں کیا خیال کرتے ہو، کیا! آخرت میں ان کا کوئی حصہ ہو سکتا ہے؟ یا وہ دوزخ سے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! بیشک وہ اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن آڑ ... میں (یعنی محروم) ہونگے۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہونگے۔ پھر (ان کو) کہا جائے گا کہ یہی تو ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے"

دوسرے گواہ ان کی برأت اور بہتری عاقبت پر حضور اکرم ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے" اللہ پاک نے پہلے مجھے منتخب فرمایا۔ اور میرے لئے میرے اصحاب منتخب فرمائے پس جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے تو میری ہی محبت کی وجہ سے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ میرے ہی بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بغض کو اپنے نفس کا بغض گردانا ہے اور تم خود ہی انصاف کرو کہ جو (بدبخت) حضور سے بغض رکھے تو اسے کس طرح زیبا و جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے"

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ" میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جنکی بھی تم پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے"

اور فرماتے ہیں" ڈرو اللہ سے۔ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارہ میں۔ تم ان کو اپنے اغراض کا آماجگاہ نہ بناؤ۔ اور اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے

مد احدهم ولا نصيفه فاذا
ثبت الرحمة بينهم بالقرآن
ورضى الله تعالى عنهم
بالقرآن ووعدهم الحسنى
يعنى الجنة بالقرآن حتى
ان من تابعهم ينال رضى
الله تعالى ومنع النبى صلى الله
عليه وسلم امته عن الخوض
فى شانهم باشد المنع وان
انفاق احدهم يفوق
انفاق غيرهم مثل احد ذهبا
وجعل حبهم حبه وبغضهم بغضه
وانهم نجوم الامة يهتدون
بهديهم فما ظنك ايها المنصف
بمن انكرهم وابغضهم و
شتمهم بل جعل شتمهم و
لعنهم والتبرى عنهم وظيفة
يومهم وليلتهم قاتلهم الله
انى يؤفكون وفرقة ثانية
تبغض الآل وتتبرء من
ذرية الطاهرة المطهرة و
هم الذين يقال لهم
الخوارج والنواصب وقد
قال الله تعالى لحبيبه صلى الله

برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو بھی ان کے (صحابہ کے) ایک چھوٹے پیمانے بلکہ اس کے آدھے کے بھی برابری نہیں کر سکتا“
پس جبکہ ان کے آپس کی شفقت و رحمت، ”اللہ کی ان سے رضامندی و خوشنودی“... ”ان پر سکینہ (اطمینان) کا نازل کرنا“ ”ان سے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کرنا۔ یہاں تک کہ جو ان کی پیروی کرے وہ بھی اللہ کی رضامندی کو پائے۔ یہ سب باتیں جداگانہ قرآن مجید سے ثابت ہوں۔ اور حضورؐ اکرم نے اپنی امت کو ان کی شان میں خوض کرنے (دخل دینے سے) نہایت سختی سے روکا ہو۔ ان کی خیرات کو دوسروں کی خیرات سے ”چاہے وہ اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو“ بڑھکر فرمایا ہو۔ ان کی محبت کو اپنی محبت اور انکے بغض کو اپنا بغض گردانا ہو۔ ان کو امت کیلئے ستارے قرار دیا ہو کہ ان کی پیروی سے منزل مقصود کو پہنچیں، پس اے منصف! اس گروہ کے بارہ میں تیرا کیا خیال ہے جو ان کا منکر ہے اور اُنسے بغض رکھتا ہے اور انکو گالیاں دیتا ہے بلکہ ان کے لعن طعن اور سب و شتم و تبرے کو اس نے رات دن کا وظیفہ بنا لیا ہے؟ مارے ان کو اللہ تعالیٰ کہاں جا گرے ہیں“
دوسرا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضور اکرمؐ کی آل اطہار اور ذریہ مطہرہ سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور وہی ہیں جن کو خوارج اور نواصب کہا جاتا ہے۔
حالانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

فی القرآن قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فاذا کانت المودۃ فی القربیٰ مطلوبۃ من الکفار افلا یلیق بالمومن المتقی مودۃ قرابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ قال وضمہ الی صدرہ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین القرآن حبل اللہ

کو قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "کہدیجئے آپ کہ میں تم سے (کفار سے) تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی مودت (مانگتا ہوں)" پس جبکہ عزیزوں اور قریبوں کی دوستی اور مودت کفار سے بھی مطلوب تھی تو کیا ایک پکے مومن اور متقی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت کی مودت لائق و لازم نہیں؟

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ "قسم ہے اللہ کی! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جبتک کہ اہلبیت سے اللہ کی وجہ سے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے"

اور حضورؐ نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اسے دوست رکھ۔ اور دوست رکھ اُسے جو اس سے محبت رکھتا ہے" راوی کہتا ہے کہ یہ کہکر حضورؐ نے حضرت حسنؓ کو اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا لیا"

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ "جس نے حسنؓ اور حسینؓ سے محبت رکھی تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا"

اور فرماتے ہیں "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ دوست رکھے اُس کو اللہ جو دوست رکھتا ہے حسین کو اور حسین فرزند ہے (میرے) فرزندوں میں سے" اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ "میں تم میں اے جن وانس دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن جو اللہ کی رسی ہے

ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اهل بیتی ولن یفترقا
حتی یردا علی الحوض فکما ان
محبۃ القرآن کفۃ من الایمان
فمحبۃ عترۃ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کفۃ ثانیۃ ولا یستقیم
میزان الایمان الا باستواء
الکفتین و قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم مثل اهل بیتی کسفینۃ نوح
من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق
تنبیہ حسن شبہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اصحابہ بالنجوم وشبہ
اهل بیتہ الطاهرۃ بسفینۃ نوح
لان السفینۃ لا تصل الی ساحل
المقصود الا بهدایۃ النجوم کانہ
علم صلی اللہ علیہ وسلم بنور
النبوۃ بان یاتی قوم من امتی
یدعون محبۃ اهل بیتہ و
یبغضون اصحابہ فقال صلی اللہ
علیہ وسلم من رکب فی سفینۃ محبۃ
اهلبیتی فاللازم علیہ الاقتداء
بهدایۃ نجوم الاصحاب کی تصل
سفینۃ ایمانہ الی ساحل النجات
والفوز بالدرجات العالیات

وہ آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے۔ دوسری اپنی اولاد یعنی اہل بیت کو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہو جائیں؛

پس جس طرح کہ قرآن کی محبت ایمان کے ترازو کا ایک پلڑا ہے اسی طرح اہل بیت کی محبت اسکا دوسرا پلڑا ہے اور ایمان کا ترازو ان دونوں پلڑوں کی برابری کے بغیر ہرگز قائم نہیں رہ سکتا؛ اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "میری اہل بیت نوحؑ کی ناؤ کی طرح ہے جو اسپر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے تخلف کیا وہ غرق ہوا؛

"تنبیہ حسن" حضورؐ نے اپنے اصحاب کرام کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور اہل بیت طاہرہ کو حضرت نوحؑ کی کشتی کے مانند قرار دیا ہے اس میں یہ نکتہ ہے کہ کشتی ساحل مقصود کو جبھی پہنچ سکتی ہے۔ کہ ستاروں سے ہدایت یاب ہو۔ گویا کہ حضورؐ نے نور نبوت سے جان لیا تھا۔ کہ امت میں سے ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعوے کرتی ہوگی لیکن اصحاب سے بغض انکا شیوہ ہوگا اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ جو "محبت اہل بیت" کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے۔ اس پہ پہلے لازم ہے کہ ہدایت اصحابؓ کے ستاروں کی رہنمائی حاصل کرے تاکہ اس کے ایمان کی کشتی ساحل نجات پر جا پہنچے اور درجات عالیہ کے کنارے جا لگے؛

ومن ترك الاهتداء بالنجوم فسفينته على شرف الغرق و الهلاك لأن هذا البحر يحتوي على المعاطب والمهالك قلّما ينجو منه سالك۔

الاعتذار وقد اختصرنا الكلام فى مناقب الآل الاطهر وليس ذلك لقلة محبة اهل السنة معهم لانا نعد محبتهم جزء الايمان كما نعد محبة الاصحاب جزءه الآخر وميزان اعتقادنا بحمد الله تعالى بحب الآل و الاصحاب مستقيم لا يرجح كفة على كفة لكن لقلة الضرورة اليها لان الذين ابغضوا الآل الاطهر احيانا الله تعالى على محبتهم وامانتا على محبتهم وحشرنا فى زمرتهم ابادهم الله تعالى بفضله عن وجه الارض الا شرذمة قليلة فى بعض نواحي اليمن وشطوط البحر الفارسي واما الذين ابغضوا الاصحاب فانتشروا فى الارض شرقا وغربا واختلطوا باهل السنة والجماعة

اور جس نے ستاروں سے ہدایت پانی کو چھوڑ دیا۔ تو اس کی کشتی ڈوبنے اور ہلاکت کو جھانک رہی ہے۔ اس لئے کہ اس سمندر کی موجیں بڑی ہی ہلاکت آفریں و مصائب آگیں ہیں جن سے بہت ہی کم مسافر بچکر نکلتے ہیں"

"معذرۃ"! آل اطہر کے فضائل کے بارہ میں ہم نے جو اختصار برتا ہے یہ اس وجہ سے نہیں کہ اہل سنت کو ان سے محبت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی محبت کو ایمان کا ایک جزو جانتے ہیں جس طرح سے کہ اصحاب کی محبت کو دوسرا جزو سمجھتے ہیں اور ہمارے اعتقاد کا ترازو بحمدہ تعالیٰ آل و اصحاب دونوں کی محبت سے قائم و برابر ہے۔ اس قدر کہ کوئی ایک پلہ بھی جھکا ہوا نہیں ہے بلکہ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ اس بیان کی ضرورت کم ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ آل اطہر سے بغض رکھتے ہیں (حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی محبت پر زندہ رکھے اور انہیں کی محبت پر مارے اور انہیں کی جماعت میں ہمارا حشر ہو") اُن خوارج کو حق تعالیٰ نے بفضلہ روئے زمین سے ہلاک کر کے اٹھا دیا ہے صرف ایک تھوڑی سی جماعت اطراف یمن اور بحر فارس کے کناروں میں باقی ہے۔ برخلاف اسکے وہ لوگ جو اصحاب سے بغض رکھتے ہیں کل روئے زمین پر مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے اس خاص نفاق کی وجہ سے جس کو وہ

بالنفاق الذی یسمونہ تقیۃ
والتقیۃ من اصول مذھبھم
فھذا ھو السبب القوی فی
انتشارھم ھداھم اللہ تعالیٰ
ثم اعلم یا اخی وفقک اللہ تعالیٰ
لعلک یتران سوء الظن بالآل
والاصحاب نجانا اللہ منہ سوء
ظن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
وتنقیصھما تنقیص للنبی صلی
اللہ علیہ وسلم عیاذا باللہ
منہ وذالک لان من لم یقدر
علی نجات احب الناس الیہ من
الآل والاصحاب من عذاب
اللہ تعالیٰ مع اتصافھم بکمال
الموافقۃ والاتباع وبذل
الاموال والاولاد والانفس
فی محبتہ ورضائہ صلی اللہ علیہ
وسلم فکیف یقدر علی نجات
کافۃ الخلق من امتہ مع اتصافھم
بکمال المخالفۃ والابتداع وبشر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی احادیث
الصحیحۃ المشھورۃ التی تکاد تصل
مجموعھا الی حد التواتر بدخول الجنات
العالیات فقال صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ "تقیہ" کہتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ سے مل گئے
ہیں اور مختلط ہو گئے ہیں اور تقیہ ان کے اصول مذہب
میں سے ہے۔ درحقیقت یہی ان کے بکھر جانے اور انتشار
کا قوی سبب ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے! اے
میرے بھائی! خدا تمہیں ہدایت کی توفیق دے!
جاننا چاہیے کہ آل و اصحاب سے بدگمان ہونا (اللہ
ہمیں اس سے نجات دے) خود حضور اکرم سے
بدگمانی ہے۔ اور ان کی تنقیص خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی تنقیص ہے (پناہ بخدا) یہ اس وجہ سے کہ جو شخص
اپنے ایسے محبوب ترین آل و اصحاب کو (جو اسے سب
لوگوں سے زیادہ پسندیدہ ہوں ... اور آپ کی
موافقت اور اتباع کمال کے ساتھ موصوف ہوں
... اور آپکی محبت اور رضامندی میں اپنی جانیں
اموال، اور اولاد بیدریغ خرچ کرتے ہوں) اللہ کے
عذاب سے نجات دلانے پر قادر نہ ہو تو بھلا وہ اپنی
امت کے تمام افراد اور تمامی مخلوق کی نجات دہی پر
کیسے قدرت رکھ سکتا ہے؟ باوصف اس کے کہ وہ
مخالفت اور بدعت میں کمال رکھتے ہوں۔

اس کے علاوہ حضور نے آل و اصحاب کو
بہشت بریں کی بشارت دی ہے۔ جو احادیث صحیحہ
مشہورہ سے ثابت ہے جنکی مجموعی حیثیت حد تواتر
کے لگ بھگ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ابوبکر رض
جنت میں ہونگے اور عمر رض جنت میں ہونگے یہاں تک
کہ عشرہ مبشرہ پورے گن دیئے" (انہماں سب

ابی بکر فی الجنۃ و عمر فی الجنۃ الی
ان عد العشرۃ المبشرۃ رضوان
اللہ علیہم اجمعین و الاحادیث فی ھذا
الباب کثیرۃ لا تکاد تحصر و قال
صلی اللہ علیہ وسلم الحسن و الحسین
سید اشباب اھل الجنۃ و امھما
رضی اللہ تعالی عنھما و عنہا
سیدۃ نساء اھل الجنۃ لان الآل
و الاصحٰب بذلوا اموالھم و
انفسھم و اھلیھم و اقاربھم و
اوطانھم و اعوانھم فی محبتہ و خدمتہ
و اعانتہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاذا ما نجی الاصحٰب من عذاب
اللہ تعالی علی زعم الروافض و
ما نجی الآل الاطھر علی زعم
الخوارج فما ظنک بمن جاء من
بعدھم من عوام الامۃ و خالفوا
الشریعۃ المطھرۃ و الطریقۃ المرضیۃ
المنجیۃ فان تدخل جمیعھم فی النار عیاذا
باللہ منہ فما الفائدۃ فی ارسال النبی
الھاشمی الذی ھو خیر خلق اللہ علی
الاطلاق لان الانبیاء علیھم السلام
کلھم نجوا من امھم بفضل اللہ و
رحمتہ ما ارادھم اللہ تعالی و لم ینج نبینا

راضی ہو)

اس بارہ میں احادیث اس قدر کثرت سے وارد ہیں کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور فرمایا ہے کہ حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی ماں جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں"

اس لئے کہ آل و اصحاب نے اپنی جانیں اپنے مال اور وطن، اپنے اہل و اقارب اپنے مددگار سب کے سب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت، مدد اور خدمت میں صرف کر دیئے تھے۔"

پس جبکہ روافض کے خیال پر اصحاب عذاب الہٰی سے نجات یاب نہ ہوئے اور جبکہ خوارج کے گمان پر آل اطہر نے چھٹکارا نہ پایا تو پھر تمہیں سوچ کہ عوام امت جو بعد میں آئے اور جنہوں نے شریعت مطہرہ اور طریقہ پسندیدہ و نجات دہندہ کی مخالفت کی... انکا کیا حشر ہوگا!

اگر کہو کہ یہ سب دوزخی ہیں "پناہ بخدا" ! تو پھر بنی ہاشمی جو ساری مخلوق سے علی الاطلاق بہتر و برگزیدہ ہے اس کے بھیجنے سے کیا فائدہ ہوا!

تعجب ہے سارے انبیا علیہم السلام کی امتوں میں سے جنکو خدا چاہے نجات دیدے۔ ... اور ہمارے نبی و مولا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب ترین ہستیوں کو بھی عذاب الہٰی سے نہ بچا سکیں ؟" تو حضور کے تقرب الی اللہ بہتری و شرف کے آخر کیا معنے ہوئے!

صلی اللہ علیہ وسلم حب الخلق الیہ فما
معنی الخیریۃ والشرف والقرب
عند اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ یقول
لامتہ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس فای الخیریۃ فی سوء الخاتمۃ
ودخول الهاویۃ نجانا اللہ بفضلہ
عنها مع ان فی هذہ العقیدۃ
تکذیب صریح للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
حیث اخبر بدخولهم الجنۃ مع
الخلود فیها وتعتقد الروافض
والخوارج بدخولهم وخلودهم
فی النار سبحٰنک هذا بهتان عظیم

**فصل** ومما ینجیک من
عذاب اللہ تعالیٰ اعتقادک
الجازم بصحۃ الادلۃ الاربعۃ
القطعیۃ الیقینیۃ وهی الکتاب
والسنۃ والاجماع والقیاس
والمراد من الکتاب کتاب اللہ
العزیز الحکیم ومن السنۃ
الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ
علی مصدرها الصلوٰۃ والسلام
ومن الاجماع اجماع اکثر الامۃ
علی امر لم یخالف الکتاب والسنۃ
ولم یخالف اکثر الامۃ الکتاب والسنۃ

اور سنئے! حق تعالیٰ حضورؐ کی امت کو فرماتا ہے
کہ "ان امتوں میں جو لوگوں کے لئے پیدا ہوئیں تم
بہتر ہو" اگر دوزخ میں جانا ہے اور خاتمہ بالخیر
کی کوئی صورت نہیں تو پھر یہ اچھی بہتری ہوئی!
(اللہ ہمیں اپنے فضل سے اس سے بچائے رکھے)
اس کے علاوہ اس عقیدہ رکھنے سے حضور اکرمؐ کو
صاف صاف جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ
تو آل و اصحاب کے لئے یہ خبر دیں کہ وہ جنت میں داخل
ہونگے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور روافض و خوارج
یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور ہمیشہ
دوزخی رہیں گے۔

"پاکی ہے اے رب تجھے! یہ تو بڑا بھاری
بہتان ہے"

**فصل**: ان چیزوں میں سے جو عذاب
الٰہی سے نجات دلا سکتی ہیں ایک یہ ہے کہ ادلۂ اربعہ
(جو قطعی اور یقینی ہیں) کی صحت پر پختہ اعتقاد رکھو اور
وہ چار یہ ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس،
کتاب سے مراد خداوند غالب و حکیم کی کتاب
یعنی قرآن مجید ہے۔ اور سنت سے احادیث صحیحہ
نبویہ (ان کے کہنے والے پر صلوٰۃ و سلام ہو) مراد
ہیں" اور اجماع سے مراد اکثر امت کا وہ اتفاق
ہے جو کتاب اور سنت کے مخالف نہ ہو اور فی
الحقیقۃ امت کا اکثر حصہ کتاب و سنت کا نہ کبھی
مخالف ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا
تجتمع امتی علی الضلالۃ و
من القیاس استنباط المجتہدین
من الکتاب والسنۃ واجماع
الصحابۃ او اکثرھم او اجمعھم
دلیلا وھو الائمۃ الاربعۃ ارباب
المذاھب الاربعۃ المشھورۃ
رضی اللہ عنھم ودلیل الانحصار
فی الاربعۃ وتخصیص الائمۃ
المعروفین بالاجتھاد المطلق
مذکور فی المطولات لیس ھذا
محل بسطہ فقوم انکروا الجمیع
وبنوا مذھبھم علی اصلاح
الطبیعۃ ومراعاتھا فی ای
امر کان مشروعا او غیر مشروع
فان اقتضت الطبیعۃ الصلوٰۃ
یصلونھا وان اقتضت شرب
الخمر یشربونہ وھکذا وانکروا
الالٰہ والملٰئکۃ والجن وزعموا
ازلیۃ العالم وابدیتہ وانکروا
الحشر والنشر والحساب والمیزان والصراط
والجحیم والجنان وھؤلاء یسمون الدھریۃ
اولا لانھم قالوا وما یھلکنا الا
الدھر و نیچریۃ حالا وابتلی بھذہ

کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی"۔

اور قیاس سے "مجتہدین کا کتاب، سنت اور اکثر یا کل صحابہ کے اجماع سے یا ان صحابہ سے جنکا دلیل زیادہ قوی ہو استنباط اور اخذ مراد ہے"۔

اور مجتہدین چار امام ہیں جن کے چار مذہب مشہور ہیں (اللہ ان سے راضی ہو) اور اس بات کی دلیل کہ مذہب چار میں کیوں منحصر ہیں اور ان مشہور ائمہ پر اجتہاد مطلق کی کیونکر تخصیص ہے۔ یہ سارے دلائل بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہ جگہ ان کی تفصیل کی نہیں۔

ایک قوم ایسی ہے کہ انہوں نے ان سب دلیلوں کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنا مذہب طبیعت کی اصلاح اور رعایت پر بنایا ہے۔ چاہے وہ امور شرعیہ میں ہو یا غیر شرعیہ میں: اگر طبیعت نماز کی خواہش کریگی تو نماز پڑھینگے اور اگر شراب نوشی کی آرزو کریگی تو شراب پئیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ اور جنوں کا انکار کرتے ہیں اور جہان کے ازلی و ابدی ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اور حشر و نشر، حساب، میزان، صراط، جنت اور دوزخ کے منکر ہیں۔ ابتدا میں انہیں دہریہ کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں دہر (زمانہ) ہی ہلاک کرتا ہے نہ کوئی اور۔ اور اب انہیں نیچریہ کہا جاتا ہے۔ اس مصیبت میں آجکل بہت

المصيبة كثير من الاعيان الذين
يدعون الاسلام فی هذا الزمان
من الامراء والعقلاء والحكام
فانا لله وانا اليه راجعون ولا
حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم
وقوم اقروا بالقرآن انه كلام الله
الملك العلام وانكروا الاحاديث
والاجماع والقياس وسموا
انفسهم اهل القرآن الذين
ظهروا فی هذا الزمان بنواحی
الهند خذلهم الله تعالی و
اغلال اعناقهم الی الاذقان
لم يعلموا ان الشريعة الاسلامية
مجملها فی القرآن ومفصلها فی
احاديث النبی الكريم صلی الله
عليه وسلم ولا تتم الشريعة الا
بالتفصيل مثلا امر الله تعالی
فی القرآن العظيم باقامة
الصلوة وايتاء الزكوة ولم
يبين كيف يصلی الصلوة وكم
عدد ركعاتها فی كل وقت ولم
يبين كيف يؤتی الزكوة وكم
نصابها فی النقود والماشية
كم مقدار ما يؤدی فاحاديث النبی

سے سمجھدار، امیر، حکام، اور معززین باوصف اسلام کے دعویٰ کے مبتلا ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور ایک قوم نے قرآن کا تو اقرار کر لیا کہ یہ کلام الٰہی ہے لیکن احادیث، اجماع اور قیاس کے منکر ہیں انہوں نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے۔ جو آجکل اطراف ہند میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ ان کو رسوا کرے اور ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق (طوق ملامت) ڈالدے۔

یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ شریعت اسلامیہ کا قرآن مجید اجمال ہے اور احادیث نبی کریمؐ اس کی تفصیل ہیں اور شریعت بغیر تفصیل کے تمام نہیں ہو سکتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا امر فرمایا ہے لیکن یہ بیان نہ فرمایا کہ نماز کس طرح اور کتنی رکعتیں ہر وقت میں پڑھی جائیں۔

اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ کس طرح اور کس قدر ادا کی جائے اور نقود اور چارپایوں کا کیا نصاب ہے۔ یہ ساری باتیں احادیث نبی اکرمؐ نے تفصیل سے بیان فرما دی ہیں جن کو ہم قرآن پاک سے نہ جان سکتے تھے۔

اگر یہ احادیث نہ ہوتیں تو البتہ ہم سخت پریشانی و مصیبت میں پڑ جاتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بیّن لنا جمیع
ما لا نعلمہ من الکتاب ولو
لا الاحادیث لوقع الناس فی
الحیص البیص وقد قال اللہ تعالٰی
فی محکم کتابہ وما اٰتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا و
قال اللہ تعالٰی من یطع الرسول
فقد اطاع اللہ وقال اللہ تعالٰی
رداً علی من فرق بین حکم اللہ
ورسولہ فقال ان الذین یکفرون
باللہ ورسولہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ
ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض
ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا
بین ذلک سبیلا اولٰئک ہم
الکافرون حقا واعتدنا للکافرین
عذابا مہینا۔ ویکفی للمنصف
ہذہ الکریمۃ رداً علی ہؤلاء
المخذولین وقوم اقروا بالکتاب
والسنۃ وانکروا اجماع الامۃ
من الصحابۃ والتابعین رضوان
اللہ علیہم اجمعین وہم قوم
اوّلوا القرآن والحدیث بآرائہم
الفاسدۃ ولم یتبعوا سبیل المؤمنین
الذین ذکرہم اللہ تعالٰی فی کتابہ

اور اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے
کہ جو تمہارے پاس رسولؐ لائے اس کو لو (اس پر
عمل کرو) اور جن چیزوں سے منع کرے ان سے
رک جاؤ"
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس نے رسولؐ کی
اطاعت کی پس بتحقیق اس نے اللہ ہی کی طاعت
کی ہے"
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام
کو یکساں نہیں سمجھتا حق تعالیٰ اس کے حق میں فرماتا
ہے "بیشک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ اور
اس کے رسول کا اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں
اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم
بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ
چاہتے ہیں کہ نکالیں کفر و ایمان کے بیچ بیچ ایک
راہ۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے تیار کر
رکھا ہے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب"
ایک منصف کو ان رسوا لوگوں کے لئے یہی
آیت کافی ہے!
اور ایک قوم کتاب اور سنت کا اقرار کرتی ہے
لیکن صحابہ و تابعین اور امت کے اجماع کی
منکر ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کی اپنے خیالات
فاسدہ سے تاویلیں کرتے ہیں اور ان مومنین
مقبولین کے راستہ پر نہیں چلتے جن کا حق تعالیٰ
نے اپنی کتاب مبین میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

المبین قال اللہ تعالیٰ ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا وھم الرافضیۃ والخارجیۃ والمعتزلۃ والقدریۃ والجبریۃ وغیرھم من الفرق الضالۃ التی ذکرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ فی الحدیث الصحیح و ستفترق اُمتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ الحدیث ولم یعلموا ان کثیرا من احکام الشریعۃ المطھرۃ بقیت علی اجمالھا وفصلت فی زمن الصحابۃ والتابعین وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم فلو لم یکن فی الشرع اجمالا بعدھما امر الشارع باتباع سنۃ الخلفاء الراشدین وسائر الاصحاب وقوم اقروا بالکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ والتابعین

کہ جو چلیگا مسلمانوں کے راستہ کے سوا (دوسرا راستہ) چلاتے رہینگے ہم تم اسی راستہ پر جسپر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دینگے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور ان کی یہ جماعتیں ہیں رافضیہ خارجیہ معتزلہ قدریہ، جبریہ وغیرہم وہ گمراہ فرقے جن کو حضور اکرم نے اپنے قول مبارک میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ میری امت تہتر (۷۳) فرقے ہوگی وہ سب دوزخی ہونگے مگر ایک فرقہ الحدیث۔

اور انہوں نے نہ جانا کہ شریعت مطہرہ کے بہت سے احکام اجمال ہی پر باقی تھے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں ان کی وضاحت اور تفصیل ہوئی۔

حضورؐ سے حدیث صحیح میں ثابت ہے آپ فرماتے ہیں کہ: تم اپنے اوپر میری سنت (طریقہ) کو لازم رکھو اور ان خلفاء کی سنت کہ جو میرے بعد فیض رسان اور ہدایت یاب ہیں۔ اور فرمایا: میرے اصحابؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی ان میں سے پیروی کروگے ہدایت یاب ہوگے۔

پس اگر شرع شریف میں صحابہ رضؓ کے دور تک اجمال نہ ہوتا تو البتہ شارع علیہ السلام خلفائے راشدینؓ اور باقی اصحاب کی سنت کی پیروی کا امر نہ فرماتے۔

اور ایک قوم نے کتاب اور سنت اور اجماع صحابہؓ اور تابعین کا اقرار کیا لیکن قیاس مجتہدین کے منکر

لکنهم انکروا قیاس المجتهدین فی
الدین وهم قوم سموا انفسهم فی
هذا الزمان باهل الحدیث فی الهند
المشهورون بالوهابیة نسبة الی
محمد بن عبد الوهاب النجدی الذی
اضله الله علی علم وظهر فی
حدود السنة العشرین بعد الالف
والمائتین وتغلب علی الحرمین
الشریفین وقتل خلقا کثیرا من
العلماء والمجاورین بالحرمین الشریفین
ونهب اموالهم واباد هم الله
تعالی بهمة الامیر محمد علی
پاشا المصری حسب امر السلاطین
الترکیة العثمانیة بعد محاربات
یطول ذکرها المذکورة فی
التاریخ الاسلامیة للشیخ احمد
الدحلان المکی وتغلبوا علی
الحرمین الشریفین مرة ثانیة
سنة اربع واربعین بعد الالف
وثلثمائة وازدادوا فی الاعمال
الشنیعة من القتل والنهب
للمسلمین فی الطائف وهدم المآثر و
المساجد والقبب للصحابة و
الصالحین فی سائر البلاد الحجازیة و

ہوئے اور اس زمانے میں یہ لوگ ہندوستان میں اہلحدیث
کہلاتے ہیں جو وہابیہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔

اور وہابی کی نسبت محمد بن عبد الوہاب نجدی
کی طرف ہے جبکہ خداوند تعالیٰ نے علم کی بنا پر گمراہ
کر دیا تھا۔

یہ شخص ۱۲۲۰ھ (بارہ سو بیس) ہجری میں ظاہر
ہوا۔ اور حرمین شریفین پر چڑھائی کرکے متغلب ہوا
اس نے اس لڑائی میں علمائے کرام اور مجاورین
حرمین شریفین کی بہت بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔
اور ان کے مالوں کو لوٹ لیا۔

پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو محمد علی پاشا مصری
کی ہمت وجوانمردی سے (جبکو سلاطین ترکیہ
عثمانیہ نے اس مہم پر مامور کیا تھا) لڑائیوں کے
بعد ہلاک کیا۔ اور ذلتوں سے نکلوایا جسکا ذکر موجب
طوالت ہے اور جس کو شیخ احمد دحلان مکی نے اپنی
کتاب تاریخ اسلامیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

پھر دوبارہ یہی نجدی ۱۳۴۴ھ (تیرہ سو
چوالیس) ہجری میں حرمین شریفین پر متغلب ہوئے
اور پہلے سے بڑھکر افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے
اور طائف میں قتل وخونریزی اور مار دھاڑ
اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا۔

اور سارے ممالک حجاز میں مساجد اور یادگار
عمارات اور صحابہ وصالحین کے قبوں کو گرادیا۔ اور
وہ تا دم تحریر بلاد مقدسہ کو دابے بیٹھے ہیں۔ لیکن

وهم الی وقت التحریر متغلبون
علی خیر البلاد. لعل الله یحدث
بعد ذلك امرا. ترجمنا الی
عقائد من سموا انفسهم فی الهند
باهل الحدیث فانکروا استنباط
الاحکام للمجتهدین وقالوا کلنا
نقدر علی فهم القرآن والحدیث
فلا حاجة لنا الی تقلید احد من
العلماء ولیتهم اکتفوا بهذا القدر
بل قالوا ان تقلید المجتهدین شرك
او بدعة او فسق علی اختلاف آرائهم
المذکورة فی کتبهم ولم یعلموا
ان الله تعالی قال ولو ردوه
الی الرسول والی اولی الامر منهم
لعلمه الذین یستنبطونه منهم
فالمراد من اولی الامر العلماء
المجتهدون وقال النبی صلی الله
علیه وسلم لا تجتمع امتی علی
الضلالة وقد اجمع الامة من
اهل السنة والجماعة من لدن
خیر القرون الی یومنا هذا
باتباع المذاهب الاربعة وقال
النبی صلی الله علیه وسلم اتبعوا السواد
الاعظم ومن شذ شذ فی النار

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت نکالے۔
آمدم بر سر سخن، ان لوگوں کے عقائد جو ہندوستان
میں اپنا نام اہلحدیث رکھے ہوئے ہیں یہ ہیں: یہ لوگ
مجتہدین کے مستنبط (برآوردہ) احکام کو نہیں مانتے
اور کہتے ہیں کہ ہم سب قرآن اور حدیث کو سمجھ سکتے
ہیں۔ ہمیں علماء میں سے کسی ایک کی تقلید (پیروی)
کی حاجت نہیں۔ کاش وہ اسی بات پر اکتفا
کرتے، وہ تو یہاں تک بڑھے کہ کہنے لگے کہ مجتہدین
کی تقلید شرک ہے یا بدعت یا فسق (یہ ان کے
خیالات کا اختلاف ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور
ہے)

وہ اتنا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
"اگر اسکو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسول اور اپنے
اولی الامر تک تو اس کی مصلحت معلوم کر لیتے۔ ان
میں سے وہ جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں۔" اور
اولی الامر سے علمائے مجتہدین ہیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ "میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی"

اور امت محمدیہ میں سے اہل السنۃ والجماعت
نے خیر القرون سے لیکر آج تک انہیں چار مذہب کے
اتباع پر اجماع اور اتفاق کیا ہے۔"

اور حضور فرماتے ہیں کہ بڑی جماعت کی پیروی
کرو اور جو جماعت سے علیحدہ ہوگا۔ دوزخ کیلئے
بھی علیحدہ کیا جائیگا۔

والسواد الاعظم هم المقلدون
للمذاهب الاربعة المدونة وفي هذا
الباب كثير السوال والجواب
فان اردت التفصيل فعليك
برسالتنا المسماة بالاصول الاربعة
في ترديد الوهابية تجدها
مستوفية لجميع ما لها وما عليها
فائدة مهمة لعلك تقول
ليس اللازم علينا تقليد المذاهب
والصراط المستقيم مبين في
القرآن العظيم وما اجمله القرآن
بينته احاديث النبي المختار
صلى الله عليه وسلم فانا نقول
اما اولا ان القرآن العظيم
واحاديث النبي الكريم صلى الله
عليه وسلم امرنا بالتقليد صراحة
ودلالة اما امر القرآن صراحة
فقوله تعالى ومن يتبع غير
سبيل المؤمنين نوله ما تولى
ونصله جهنم وساءت مصيرا
ومن المعلوم عند ذوي العقول
ان اكثر المؤمنين من الامة
المرحومة اختاروا التقليد
المذاهب الاربعة المشهورة

اور بڑی جماعت مقلدین ہی کی ہے جو چار مذاہب مدونہ میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کرتے ہیں۔

اس باب میں بہت سے سوال وجواب ہو چکے ہیں۔ اگر تم پوری تفصیل چاہو تو ہمارا رسالہ اصول اربعہ دیکھو جو وہابیہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ تم اس کو سارے سوال اور جواب میں کافی اور شافی پاؤ گے۔

**فائدہ مہمہ:۔** شاید تمہارے دل میں خدشہ گذرے کہ ہم پر ان مذاہب کی تقلید کیونکر لازم ہو سکتی ہے جبکہ صراط مستقیم کو قرآن عظیم نے روشن اور مبین کر دیا ہے، اور اگر کسی قدر قرآن میں اجمال ہے تو اس کو نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے واضح بیان کر دیا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ایک تو خود قرآن مجید اور احادیث نبی کریم نے ہمیں تقلید کا حکم دیا ہے صراحۃً یا دلالۃً۔

قرآن حکیم کا صراحۃً حکم یہ ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ "جو مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلیگا ہم اسے چلاتے رہیں گے جس پر وہ چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پہونچا دینگے اسے جہنم تک اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ امت مرحومہ میں سے اکثر مومنین نے انہیں مشہور چار مذاہب کی تقلید ہی کو اختیار کیا ہے۔

واما القرآن دلالة فقوله تعالی اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم فالمطلوب فی الدعاء هو الصراط المستقیم والصراط المستقیم صراط الذین انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين فالمصلی مامور فی الدعاء بان يسأل من الله سبحانه تقليد المنعم عليهم المعبر عنه بصراط الذين انعمت عليهم وسلم عند الكل ان الأئمة الاربعة للمذاهب الاربعة المشهورة رضوان الله عليهم كانوا صالحين من الذين انعم عليهم فان قلت قد يوجد الصلحاء غيرهم فما وجه التخصيص بتقليدهم دون تقليد غيرهم قلنا ان الامة المرحومة اتفقت على تقليدهم دون تقليد غيرهم ولا تجتمع امة النبی صلی الله علیه وسلم علی باطل وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء واما امر الحديث صراحة

اور قرآن پاک کا دلالۃً حکم یہ ہے کہ خداوند پاک اپنے بندوں کو صراط مستقیم کے طلب کی یوں تعلیم دیتا ہے کہ کہو: "اے رب! ہمیں ان لوگوں کے صراط مستقیم (سیدھے رستے) پر چلا جن پر تو نے فضل و انعام کیا ہے"۔ پس اصل مطلوب دعا میں صراط مستقیم ہی ہے اور صراط مستقیم بھی انہی لوگوں کی جن پر اللہ کا انعام ہے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء و صالحین"۔

اور نمازی کو امر کیا گیا ہے۔ کہ دعا میں جن پر انعام کیا گیا ہے۔ انہی کی تقلید (پیروی) کا سوال کرے جن کو "صراط الذین انعمت علیہم" سے تعبیر کیا گیا ہے اور سب کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ چار امام مذاہب مشہورہ والے (اللہ ان سے راضی ہو) صالحین میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر خداوند تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

سوال :۔ صلحاء ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بس انہی چار کی تقلید کی جائے نہ دوسروں کی؟

جواب :۔ امت مرحومہ نے انہی کی تقلید پر اتفاق کیا ہے نہ دوسروں کی تقلید پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت باطل پر اتفاق نہیں کر سکتی اور نیز ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کا مذہب باتفصیل مدون بھی نہیں ہوا بعض بعض مسائل میں اقوال منقول ہیں کل امور دین کے مسائل نہیں مذاہب میں مدون

فقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اتبعوا السواد الاعظم ومن شذ شذ فی النار والسواد الاعظم من الامۃ ھم المقلدون للمذاھب الاربعۃ المشھورۃ

واما امر الحدیث دلالۃ فقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لابی سعید الخدری ان الناس لکم تبع وانھم سیاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرا۔ ابن ماجہ و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ھؤلاء واشار الی سلمان الفارسی وفی روایۃ من ابناء فارس۔ ترمذی واما ثانیا فالقرآن العظیم کلام اللہ العزیز العلیم انزلہ علی حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم منجما فی ثلاث و عشرین سنۃ واحکامہ و

ہیں) اس کے علاوہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ کسی کا دیا آتا ہے!

اور حدیث شریف کا صراحۃً حکم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں "بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو اس سے جدا ہوگا وہ جہنم میں جدا کیا جائیگا" اور امت مرحومہ میں "بڑی جماعت" انہی چار مشہور مذاہب کے مقلدین ہی کی ہے۔

اور حدیث شریف کا دلالۃً امر یہ ہے کہ آپ ابوسعید خدری (ایک صحابی) کو فرماتے ہیں "لوگ تمہارے تابع ہیں اور وہ تمہارے پاس اطراف روی زمین سے کھچے ہوئے آئیں گے تاکہ دین میں فقاہت (سمجھ) حاصل کریں تو تم ان سے اچھی طرح پیش آنا" (ابن ماجہ)

اور آپ فرماتے ہیں کہ "اگر علم ثریا کو بھی پہونچ جائے تب بھی اس قوم کے لوگ اسے پالینگے اور سلمان فارسی کی طرف اشارہ فرمایا؛ اور ایک روایت میں صاف اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ "ابنائے فارس[1] میں سے اس علم کو پالینگے" (ترمذی)

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم جو خدائے غالب ودانا کا کلام ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے تیئیس برس میں نازل فرمایا ہے۔ اس کے احکام

[1] اس حدیث کی بشارت سے سب محدثین امام اعظم ابوحنیفہ مراد لیتے ہیں اسلئے کہ آپ اصل میں فارسی ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

اوامرہ ونواھیہ بحسب واقعات الزمان متباینۃ فمنھا الناسخ والمنسوخ ومنہ المحکم والمتشابہ ومنہ المقدم والموخر قال اللہ تعالیٰ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ الآیۃ وثالثا انہ کلام بین المحب والمحبوب فتارۃ یخاطبہ بالرموز فیقول الم والمص وحم وحمعسق وطس وطسم وتارۃ یخاطبہ بالاشارات فیقول الرحمن علی العرش استوی ویقول ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ویقول یوم یکشف عن ساق ویقول ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الی غیر ذلک من الآیات الکریمۃ فالرموز والاشارات

اوامر اور نواہی اختلاف واقعات زمانہ کے لحاظ سے جداگانہ نازل ہوتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ بظاہر بعض آپس میں متباین نظر آتے ہیں، پس بعض ان میں سے ناسخ اور منسوخ ہیں اور بعض محکم و متشابہ ہیں اور بعض مقدم و مؤخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "کہ وہی (ذات) ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل ہیں کتاب کی اور بعض دوسری متشابہ ہیں (کئی معنی دینے والی جنکی حقیقت تک رسائی نہ ہو سکے) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں اُن آیتوں کے جو متشابہ ہیں۔ فتنہ و فساد کے ارادہ سے اور انکے اصل مطلب جاننے کے قصد سے حالانکہ انکا اصل مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید محب اور محبوب کی آپس میں گفتگو ہے کبھی تو رموز سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے الم المص وحم وحمعسق وطس وطسم اور کبھی اشارات سے یوں کہا جاتا ہے کہ "رحمان عرش پر قایم ہوا" اور معراج کے قصہ میں فرمایا جاتا ہے کہ: "پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا پس فاصلہ رہگیا دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی قریب تر" اور یہ کہ: "جس دن ساق (پنڈلی) کھولی جائیگی" اور یہ کہ "جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں!" پس محب اور محبوب کے درمیانی اشارات

بین المحب والمحبوب لا یعلمها
غیرهما فلذلک قال النبی صلی
الله علیه وسلم ان للقرآن
ظهرا وبطنا وللبطن بطن الی
سبعة بطون واتفق العلماء ان
المفسرین تکلموا فی البطن الاول
من القرآن وباقی البطون لا
یعلمها الا العارفون بالله تعالی
علی قدر مراتبهم وکذلک
احادیث النبی صلی الله علیه و
سلم وقعت بحسب اختلاف
الوقائع والزمان متباینة و
فیها الناسخ والمنسوخ والمقدم
والمؤخر والراجح والمرجوح وما
یعلمها الا الراسخون فی علم الحدیث
وغایة سعیهم ونهایة مقصدهم
مصروف الی تصحیح الحدیث و
تحقیقه وتنقیحه بحسب متن
الحدیث فوصلوا ببرکة صحة
نیاتهم الی غایة ما ارادوه
وصنفوا الکتب المفیدة
المعتبرة المشهورة ووضعوا
لها اصولا وقواعد لتمییز مراتب
الرواة ومیزوا الصحیح من السقیم

اور رموز کو ان کے سوا دوسرا جان بھی کیا سکتا ہے۔

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس باطن کا ایک باطن ہے اسی طرح سات باطنوں تک۔ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفسرین کا منتہائی کلام قرآن مجید کے بطن اول تک ہی محدود ہے اور باقی باطنوں کو عارفین بمقدار اپنے مراتب کے ہی جانتے ہیں اور بس۔

اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واقعات زمانہ کے اختلاف کے لحاظ سے متباین اور مخالف واقع ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ناسخ اور منسوخ ہیں اور مقدم و مؤخر اور راجح و مرجوح۔

ان امور کو ان لوگوں کے علاوہ جو علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا ان کی المحدثین کی، منتہائی کوشش اور غایت مقصد یہاں تک ہے کہ حدیث کی تصحیح باعتبار متن حدیث کے کریں اور اس کو جانچ اور پرکھ لیں پس وہ اپنی صحیح نیت کی برکت سے اپنے غایت مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بارہ میں نہایت مفید اور معتبر کتابیں تصنیف کیں جو مشہور ہیں۔ اور انہوں نے اس کے لئے اصول و قواعد وضع کئے تاکہ راویوں کے مراتب کی تمیز ہو سکے اور انہوں نے صحیح کو سقیم سے اور قوی کو ضعیف سے الگ کر کے رکھ دیا۔ اللہ پاک انکو جزائے خیر دے۔

والقوي من الضعيف فجزاهم الله
تعالى خيرا واما استنباط الاحكام
من الآيات والحديث فذلك فعل
المجتهدين في الدين فلكل فن
رجال ولكل مقام مقال وقد قال
الله تعالى ولو ردوه الى الرسول
والى اولى الامر منهم لعلمه الذين
يستنبطونه منهم ولولا فضل
الله عليكم ورحمته لاتبعتم
الشيطان الا قليلا والمراد
من اولى الامر العلماء ولولا
الضرورة الى الاستنباط لما
ذكره الله تعالى في القرآن
بعد ذكر الرسول فصحة متن
الحديث امر واخراج الحكم منه امر
آخر كما ان علماء النحو الخليل و
سيبويه وامثالهما دونوا كتب
النحو على القواعد العربية واستقرأ
اللغات وما روي عنهم انهم
افتوا في المسائل الفقهية الا
نادرا كما روي ان شخصا
سئل الكسائي النحوي هل يجب
ثانيا من سها في السهو قال
اظن انه لا يجب ثانيا

لیکن آیات اور احادیث سے احکام کا استنباط کرنا تو یہ مجتہدین کا کام ہے اسلئے کہ ہر ایک فن کے علیحدہ ماہر ہیں ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ اس بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر اس کو (کسی بات کو) پہونچا دیتے رسول اور اپنے اولی الامر تک تو البتہ معلوم کر لیتے اس کو وہ لوگ جو تحقیق کرتے ہیں اور اگر اللہ کا تم پر کرم نہ ہوتا اور اس کی مہربانی تو سوائے چند کے تم سب شیطان کی پیروی کرتے"

"مراد اولی الامر سے علماء ہیں"

اور اگر استنباط کی ضرورت نہ ہوتی تو حق تعالیٰ رسول کے بعد قرآن میں اسکا ذکر ہی کیوں کرتا۔

پس صحت حدیث ایک کام ہے اور اس سے حکم نکالنا (استنباط) دوسرا کام۔

جس طرح سے کہ نحو کے علماء خلیل و سیبویہ وغیرہ ہیں جنہوں نے نحو کی کتابیں تالیف کی ہیں اور عربی کے قواعد لغات سے تلاش کرکے نکالا ہے۔ ان کے متعلق یہ کسی نے بیان کیا کہ وہ فقہی مسائل کی بھی فتوائیں دیا کرتے تھے اسلئے کہ یہ انکا کام نہ تھا۔ اگر نادرا کوئی صورت واقع ہوئی ہو تو انکا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ کسائی نحوی سے کسی نے پوچھا کہ جس شخص کو سجدہ سہو میں سہو ہو جاوے تو کیا وہ دو بارہ سجدہ سہو

قال ولم قال لأن المصغر
لا يصغر. قال الخوارزمي
في مسنده الكبير بسنده
الى الامام ابي يوسف رح
قال ثنا ابو يوسف قال
لقيني الاعمش فقال صاحبنا هذا
الذي يخالف عبد الله بن
مسعود قال قلت له فيما
يخالفه قال قال عبد الله بيع
الامة طلاقها وصاحبك
يقول ليس بيع الامة طلاقها
فقلت له انت حدثتنا عن
النبي صلى الله عليه وسلم
انه لم يجعل بيع الأمة
طلاقها فقال الاعمش وانا
حدثتك ذلك قال قلت له
انت حدثتنا عن ابراهيم عن
الاسود عن عائشة الصديقة
رضي الله عنها ان النبي صلى
الله عليه وسلم خيّر لبريرة
فقال ابو يوسف فلو كان
بيع الأمة طلاقها لما كان
للتخيير معنى لان عائشة
ام المؤمنين رضي الله عنها

کریگا۔ اسپر اس نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ دوبارہ
سجدہ کی ضرورت نہیں۔ سائل نے کہا کیوں؟
کہنے لگے کہ مصغر کی پھر تصغیر نہیں ہوتی۔
خوارزمی نے اپنی کتاب مسند کبیر میں اپنی
سند سے جو امام ابو یوسف کو پہنچتی ہے بیان
کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ مجھے اعمش
ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے صاحب (ابو حنیفہ)
عبد اللہ ابن مسعود رض کی مخالفت کرتے ہیں
امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کس بات
میں مخالفت کی ہے تو اعمش نے کہا عبد اللہ
ابن مسعود کہتے ہیں کہ باندی کے بیچ دینے سے
طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تمہارے صاحب
کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں
میں نے کہا کہ تمہیں نے تو ہم سے یہ حدیث بیان
کی تھی کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق نہیں
ہوتی۔ اعمش نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا ہے
ابو یوسف نے کہا کہ تم نے ہم سے حدیث اس
سند سے بیان کی تھی۔ کہ آپ روایت کرتے ہیں
ابراہیم سے اور وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے بریرہ (ایک باندی کا نام ہے) کو (نکاح کے
باقی رکھنے کا) اختیار دیا تھا۔ اسپر ابو یوسف نے
کہا کہ اگر باندی کی بیچ طلاق ہی ہوتی تو پھر اس
اختیار کے کیا معنے تھے۔ اس لئے کہ ام المومنین

اشتریتها فلو کان بیعها طلاقها لما خیّرها النبی صلی الله علیه وسلم فقال الاعمش یا یعقوب هذا من هذا قال نعم قال محمد وفی روایة ان الاعمش قال ان ابا حنیفة عسر المعرفة بمن صنع الفقه الدقیقة وغوّ غوص العلوم الخفیة رها ابو حنیفة فی ظلمة اماکنها من فتح سراج قلبه انتهی - فلو کان القرآن کافیا فی جمیع احکام الاسلام الجزئی والکلی لما قال الله تعالی وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا ومن یطع الرسول فقد اطاع الله واطیعوا الله واطیعوا الرسول فعلم ان القرآن الکریم مبیّن ومفسّر ومفصل بالاحادیث النبویة صلی الله علیه وسلم ولو کانت الاحادیث کافیة فی جمیع جزئیات احکام الاسلام لما قال النبی صلی الله علیه وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین

حضرت عائشہ نے اُسے خرید لیا تھا۔ پس اگر اس کی بیع طلاق ہی ہوتی تو البتہ حضور اکرم اسے کیونکر اختیار دیتے۔ پھر اعمش نے کہا کہ اے ابو یوسف! کیا یہ اسی سے ثابت ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اسی سے تو ہوتا ہے۔"

امام محمد کہتے ہیں کہ ایک روایت یہ ہے کہ اعمش کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ فقہ کی دقیق باتوں کو خوب جانتے ہیں اور پوشیدہ علوم کے باریک نکتوں کو غواصی کی اندھیریوں میں بھی اپنے چراغِ قلب کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں۔ انتہی۔

پس اگر قرآن مجید کلی اور جزئی سارے احکام اسلام میں کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ "جن باتوں کا تمہیں رسول امر کریں ان پر عمل کرو اور جن سے نہی فرمائیں ان سے رُک جاؤ" "او جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی" اور "اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی احادیث نبویہ ہی تفصیل تفسیر اور توضیح ہیں۔

اور اگر احادیث ہی اسلام کے سب احکام جزئیہ کے لئے کافی ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ "تم میرے طریقے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو (جو میرے بعد ہیں) لازم پکڑو۔"

من بعدی و اصحابی کالنجوم بایّهم
اقتدیتم اهتدیتم ولو کانت
سنۃ الخلفاء الراشدین باقی
الاصحاب رضوان اللّٰه تعالٰی
علیهم اجمعین کافیۃ فی جمیع
الواقعات الجزئیۃ الاسلامیۃ
المؤقتۃ بالاوقات المخصوصۃ
لما قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم
لا یجتمع امتی علی الضلالۃ و
علیکم بالسواد الاعظم فمن
شذّ شذّ فی النار الی غیر
ذلک من الاحادیث الواردۃ
فی التحریض علی اتباع اکثر الامۃ
کحدیث معاذ قال قال
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و
سلم ان الشیطان ذئب
الانسان کذئب الغنم یاخذ
الشاۃ القاصیۃ والناحیۃ
وایاکم والشعاب وعلیکم
بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد
وکحدیث ابی هریرۃ رض قال
قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه
وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع
ربقۃ الاسلام عن عنقه رواہ احمد و
ابوداؤد (مشکوۃ شریف)

اور یہ کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔
جس کی بھی ان میں سے پیروی کروگے ہدایت
پاؤگے"۔
اور اگر صرف خلفائے راشدین اور باقی صحابہؓ
کی ہی سنت سارے واقعات جزئیہ اسلامیہ
(جو خاص خاص اوقات میں پائے جاتے ہیں)
کافی ہوتی تو البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
یہ نہ فرماتے کہ "بڑی جماعت کی پیروی کرو جو
اس سے جدا ہوگا وہ آگ میں جدا کیا جائیگا"۔
اور یہ کہ "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو
سکتی"۔ یہ اور اس کے علاوہ اور احادیث جنہیں
اکثر امت کی پیروی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے
مثل حدیث حضرت معاذ رض کے کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "شیطان
انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے بھیڑیئے کی طرح
کہ بھٹکی ہوئی اور اکیلی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ اس لئے
تم گھاٹیوں سے الگ ہو اور اکیلے دکیلے نہ ہو بلکہ
جماعت اور عوام امت کے ساتھ رہنا لازم پکڑو"۔
(روایت کی اس حدیث کی احمد نے)
اور مثل حدیث ابو ہریرہ رض کے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو جماعت سے
ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا تو اسلام کی رسی اس
کی گردن سے نکل گئی" (روایت کی ہے اسے
احمد اور ابوداؤد نے "مشکوۃ شریف")

وقد قال الله تعالیٰ ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ فالشریعۃ المطہرۃ اسم لجمیع الادلۃ الاربعۃ القطعیۃ الیقینیۃ فالزمہا ولا تفارقہا شبرا فقد قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ۔ فکمال الدین وتمامہ بالتزام الادلۃ المذکورۃ ونقصانہ بترکہا او ترک بعضہا فالدین بمنزلۃ البیت وھذہ الادلۃ الاربعۃ جدرانہ والتوحید سقفہ فکما ان المراد من البیت ھو السقف لکن السقف لا یقوم الا علی الجدران کذلک دین الاسلام وان کان سقفہ التوحید والرسالۃ لکنہما لا یقومان بدون الارکان ولعلک تقول ان الدین الاسلامی قد کمل فی زمن النبی صلی الله علیہ وسلم مستدلا بقولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ چلیگا ہم اُسے چلاتے رہینگے جیسے وہ چل رہا ہے اور پہنچا دینگے اسکو جہنم تک اور وہ بری جائے بازگشت ہے"۔

پس شریعت مطہرہ انہی چاروں قطعی اور یقینی دلیلوں کا نام ہے ان کو اپنے اوپر لازم رکھو اور ایک بالشت بھی ان سے جدا نہ ہو۔

اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا۔ تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے کھل جائیگی"۔

پس دین کا تمام اور کمال ان ہی ادلہ مذکورہ کے التزام سے ہے۔ اور دین کا نقصان انکے ترک یا بعض کے چھوڑدینے میں ہے۔

دین ایک گھر کی مثال ہے اور یہ چار دلیلیں اس کی دیواریں ہیں اور توحید اس کی چھت ہے پس جسطرح سے کہ گھر سے مراد چھت ہی ہوتی ہے لیکن چھت بغیر دیواروں کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح دین اسلام کی چھت اگرچہ توحید اور رسالت ہے لیکن یہ دونوں بغیر ان دیواروں اور ستونوں کے استوار و قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر تم کہو کہ دین اسلام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں کامل ہوچکا اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "آج میں کامل کرچکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان، اور پسند کیا اسلام کو تمہارے

رضيت لكم الاسلام دينا. فما النقصان بعد الكمال. اقول دلت الآية على كمال الدين بحسب الامور الكليات من انتشار الدين في جزيرة العرب كلها وفتح مكة وغلبة الاسلام على الكفر والاديان الباطلة وايضاح اركان الاسلام من الصوم والصلوة والحج و الزكات على حد قوله صلى الله عليه وسلم الحج عرفة ومعلوم ان للحج اركانا اخر غير العرفة لكن لما كانت العرفة اعظم اركان الحج عبر عن الحج بعرفة وعلى حد قوله صلى الله عليه وسلم الصلوة عماد الدين فمن اقامها اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين فاقامة الدين ليس موقوفا على الصلوة وحدها لان للدين اركانا اخر من الصوم والزكات والحج وغير ذلك لكن الصلوة لما كانت عمدة الاركان جعلها صلى الله عليه وسلم عماد الدين لان النبي صلى الله عليه وسلم عاش بعد نزول الآية تقريبا

دین بننے کیلئے "! پس کمال کے بعد پھر کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ کمال دین پر بےشک دلالت کرتی ہے لیکن باعتبار امور کلیہ کے نہ بلحاظ امور جزئیہ کے یعنی دین پورے جزیرۃ العرب میں شائع ہوگیا اور مکہ فتح ہوچکا اور اسلام کا غلبہ کفر اور ادیان باطلہ پر ظاہر ہوگیا۔ اور ارکان اسلام روزہ و نماز زکوۃ و حج سب واضح ہو چکے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ حج عرفہ ہے حالانکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ حج کے اور بھی ارکان ہیں لیکن چونکہ عرفہ حج کے بڑے ارکان میں سے تھا۔ اس لئے پورے حج کو عرفہ سے تعبیر کیا گیا۔

اور جس طرح سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے دین کو گرا دیا"

اور یہ بات معلوم ہے کہ دین کا قائم رہنا صرف نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی ارکان ہیں۔ جیسے روزہ، حج، اور زکات وغیرہ لیکن نماز چونکہ ان ارکان دین میں زیادہ ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستون دین فرمایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کے نزول کے بعد تقریباً

ثلاثة اشهر وقد امر ونهى و
منع واعطى فلو كان الدين
تاما بحسب الجزئيات لما بقى
لامره ونهيه صلى الله عليه
وسلم موقع ولا لقوله عليه
الصلوة والسلام عليكم بسنتي
وسنة الخلفاء الراشدين
المهديين من بعدي محل و
ان قلت ان اكثر خير القرون
والسلف الصالح قد كانوا قبل
انعقاد الاجماع والقياس الذين
جعلتهما من اركان الدين و
كان دينهم كاملا غاية الكمال
قلت ان للناس مراتب اربع
كذلك المرتبة الاولى مرتبة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم وهو الفرد الاكمل
من الناس قاطبة وهو القطب
الاعظم الذي يدور عليه رحى
الاسلام كافة الذي شرح
الله صدره ورفع ذكره و
اصطفاه بين الخلائق لنفسه اعطاه
من العلوم والاسرار مالم يعط احدا
من العلمين فيكفيه من الادلة الاربعة
القرآن كتاب الله

تین مہینے اس دنیائے فانی میں رونق افروز رہے اور اس زمانے میں آپ نے امر بھی کئے اور نہی بھی فرمائی ہے اور لیا اور دیا بھی ہے۔ تو اگر دین جزئیات کے اعتبار سے بھی تام اور کامل ہو چکا تھا تو پھر آپ کے اوامر اور نواہی کے لئے کوئی موقعہ نہیں رہتا اور آپ کے اس ارشاد کے لئے کہ "تم پر بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوط پکڑو" کوئی محل نہیں نکلتا۔

اور اگر تم کہو کہ خیر القرون کے اکثر لوگ اور سلف صالح اجماع اور قیاس کے انعقاد کے قبل ہی گذر گئے۔ جن کو آپ ارکان دین اور حجیا ایمان سے کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دین کامل تھا اور بہت کامل:

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے چار مرتبے ہیں پہلا مرتبہ ہمارے سردار آقا و مولا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ تمامی لوگوں میں فرد اکمل ہیں اور آپ ایسے مبارک اور برگزیدہ قطب اور مرکز ہیں جس پر پورے اسلام کی چکی گھوم رہی ہے! جن کا سینۂ مبارک اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا اور جن کے ذکر کو بلند فرمایا ہے۔ اور جن کو ساری خلقت سے اپنے لئے چن لیا ہے!

اور جن کو علوم اور اسرار سے اس قدر عطا فرمایا ہے کہ سارے جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا تو آپ کو ادلۂ اربعہ (چار دلیلوں) میں سے صرف قرآن

المنزل علیه ولاحاجة له الی غیر ذلك - المرتبة الثانية مرتبة اصحابه الكرام صلی الله علیه وسلم رضی الله عنهم وقرنهم خیر القرون هم الذین اثرهم الله تعالی لصحبة حبیبه صلی الله علیه وسلم ونزع الله تعالی من صدورهم الغل والحقد والحسد وحب الدنیا وحظوظ النفس والشیطان کانوا بنی ادم صورة وملئکة سیرة وصدورهم کنوز العلوم من الکتاب والسنة ببرکة صحبة النبی الکریم صلی الله علیه وسلم فیکفیهم من الادلة الاربعة کتاب الله وسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم ولاحاجة لهم الی غیر ذلك والمرتبة الثالثة مرتبة التابعین للاصحاب وقرنهم ایضا خیر القرون هم الذین انتخبهم الله تعالی لنشر علوم الدین وتصفیة الاحکام من الکتاب والسنة ببرکة صحبة الاصحاب فیرجحون فی المسائل المختلفة بین الاصحاب ما اجمع علیه اکثر الصحابة

ہی کافی ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا آپکو اس کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں ؎

دوسرا مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے ان کا زمانہ زمانوں میں بہترین ہے اور وہ وہی ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت کے لئے پسند فرمایا اور ان کے سینوں سے اللہ تعالیٰ نے کھوٹ اور کینہ، اور حسد اور دنیا کی محبت، اور نفس اور شیطان کی خواہشیں، اور لذتیں نکال دی تھیں۔ صورتاً بنی آدم لیکن سیرتاً ملائکہ تھے ان کے سینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کے علوم کے خزانے بن گئے تھے۔ ان کو ادلہ اربعہ میں سے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ہیں اور کسی چیز کی ان کو ضرورت نہیں۔

تیسرا مرتبہ صحابہ کے تابعین رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور زمانہ بھی ان کا خیر القرون میں سے ہے۔ ان کو صحبت اصحاب رضی اللہ عنہم کی برکت سے حق تعالیٰ نے علوم کی اشاعت اور کتاب وسنت کے احکام کے تصفیہ کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔

اور یہ اصحاب کے درمیانی مختلف مسائل میں ان کو ترجیح دیتے تھے جس پر اکثر صحابہ

المجتهدين في الدين رضي الله عليهم اجمعين. فيكفيهم من ادلة الاربعة الكتاب والسنة والاجماع ولا حاجة لهم الى غير ذلك. والمرتبة الرابعة مرتبة الذين جاؤا من بعدهم وفي خيرية قرنهم اختلاف وليست نفوس اكثرهم سالمة عن خطرات النفس الامارة بالسوء فكثر فيهم الاختلاف في مسائل الدين والدنيا كما قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث عمران بن حصين قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير امتي القرن الذي بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ولا اعلم اذكر الثالث ام لا ثم ينشاء اقوام يشهدون ولا يستشهدون ويخونون ولا يؤتمنون ويفشو فيهم السمن. ترمذی. فوقع الناس في حرج عظيم من تلك الاختلافات ولما ان اراد الله سبحانه حفظ حوزة الدين بعث فيهم العلماء مهرة اتقياء بررة واعطاهم الله تعالى قوة الاستنباط من الايات والاحاديث واجماع الصحابة

مجتہدین نے اتفاق اور اجماع کیا ہو۔ ان کو ادلۂ اربعہ میں سے کتاب اور سنت اور اجماع کافی ہیں کسی اور چیز کی ان کو حاجت نہیں۔"

چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے کی بہتری میں اختلاف ہے اور اکثر ان میں سے نفس امارہ کے خطروں سے بھی بچے ہوئے نہیں۔ اور مسائل دین میں ان کے درمیان بہت اختلافات ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سب سے بہتر اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر وہ زمانہ جو اس سے ملا ہوا ہے (عمران ابن حصین کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ تیسرے زمانے کے لئے بھی آپ نے فرمایا یا نہیں) پھر فرمایا کہ پھر ایسی قومیں پیدا ہونگی جو بغیر گواہی طلب کئے گواہیاں دیںگی اور خیانت انکا شیوہ ہوگا اور انہیں کوئی امین نہ بنائیگا۔ اور ان میں موٹاپا بڑھ جائیگا" روایت کی اسکی ترمذی نے

اس زمانے میں لوگ ان اختلافات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جب ملت اسلام کی حفاظت چاہی تو ان میں بڑے ماہر علماء اور بڑے پرہیزگار و متقی بھیجے جن کو آیات اور احادیث اور اجماع صحابہ و تابعین سے

والتابعين وعلموا الناسخ من
المنسوخ والمحكم من المؤول والمؤخر
من المقدم وخص بفضله من بينهم
المجتهدين من المذاهب الاربعة
المشهورة وذلك فضل الله
يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل
العظيم فاكثر الامة تلقوا منهم
بالاخذ والقبول ودونوا العلماء
منهم كتب الفقه ابوابا مبوبة
وفصولا مفصلة وسهلوا للناس
طرق الدين الاسلامي فجزاهم
الله خيرا وليس بينهم
اختلاف الا في بعض المسائل
الفرعية تصديقا لقوله
صلى الله عليه وسلم اختلاف
امتي رحمة قال الله
تعالى ولو ردوه الى الرسول
والى اولي الامر منهم
لعلمه الذين يستنبطونه
منهم فالمستنبطون في
القرن الثالث هم
المجتهدون وقد قال النبي
صلى الله عليه وسلم لا يجتمع
امتي على الضلالة

استنباط (مسائل نکالنے) کی قوت عطا کی۔ اور جنہوں
نے ناسخ کو منسوخ سے اور محکم کو ماقل سے مؤخر
کو مقدم سے پرکھ لیا۔

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

ان علمائے متقین میں سے پھر رحمت الٰہی
نے مجتہدین مذاہب اربعہ مشہورہ کو چھانٹ لیا
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔
ان کے مذاہب کو ساری اُمت نے بڑے
فخر اور مسرت سے قبول کیا اور انہوں نے پھر فقہ کی
کتابیں باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کیں
مقصد یہ کہ دین اسلام کے راستے کو لوگوں کے
لئے نہایت آسان کردیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔
بعض مسائل فرعیہ کے علاوہ ان کا آپس میں
کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس سے بھی حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی تصدیق ہوتی ہے
کہ "میری اُمت کا درمیانی اختلاف رحمت ہے"۔
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ رجوع کرتے
رسول اور اولی الامر کی طرف تو یقیناً جان لیتے
ان میں سے وہ لوگ جو مستنبطین (مصلحت شناس)
ہیں۔ اور قرن ثالث (تیسرے زمانے) میں
مستنبطین یہی مجتہدین ہیں۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میری امت گمراہی پر

فاللازم علینا معشر المسلمین فی هذا الزمان اتباعهم و تقلیدهم هو هذا هو حقیقة الاجماع والقیاس۔ فائدة مهمة کثیرا ما تری انکار غیر المقلدین للمذاهب علی اطوار المشائخ من الاذکار المرتبة والمراقبات الموقتة والاوراد الموظفة والریاضات المدونة و یقولون ان جمیع ذلك بدعات احدثوها ما کانت فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم ولا فی زمن الصحابة رضوان الله علیهم مستدلین بالحدیث الصحیح الذی ورد فی الصحاح ان کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار۔ فنقول الکلام فی هذا البحث من وجهین الاول فی معنی البدعة واقسامها والثانی فی انها مراد الشارع علیه الصلاة والسلام من البدعة المذکورة فی الحدیث۔ الوجه الاول فی معنی البدعة اعلم ان البدعة فی اللغة کل

جمع نہ ہوگی:۔

اس لئے اے مسلمانو ! ہم پر اس زمانے میں انہی کی پیروی اور تقلید لازم ہے۔ یہ ہے حقیقت اجماع اور قیاس کی:

فائدہ مہمہ :۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ غیر مقلدین (جو ان مذاہب مذکورہ کی پیروی نہیں کرتے) مشائخ کے اطوار پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے طریقے کا انکار کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ترتیب وار اذکار" اور وقت کی پابندیوں کے ساتھ مراقبے" اوراد او مقررہ مختر عہ ریاضتیں" ان سب کا کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ساری بنائی ہوئی بدعتیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں انکا کوئی وجود نہ تھا۔ اور اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اس بحث میں دو طرح سے کلام کیا جاسکتا ہے۔ اوّل بدعت کے معنی اور اس کے اقسام کے بیان میں۔

دوسرا یہ کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث مذکورہ میں بدعت سے کیا مراد ہے۔

وجہ اول بدعت کے معنی کے بیان میں۔

جاننا چاہئے کہ بدعت لغت میں ہر اس نو پید چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی نظیر پہلے نہ ہو:

احدث من غير نظير سابق و منه قوله تعالى بديع السموات والارض وفى الشرع البدعة كل ما احدث من امور الدين التى لم تكن فى زمن النبى صلے الله عليه وسلم يعنى المعارض والمخالف للسنة القويمة وانما قيدنا بالمعارض و المخالف للسنة لان للامور الحادثة بعد زمن النبى صلى الله عليه وسلم شاعت قديما و حديثا شيوعا عاما بحيث لا ينجو عنها المقلد ولا غير المقلد حتى الحصة الاخيرة من خير القرون المشهود لها بالخير وكتب التواريخ شاهدة على ذلك ومن اسرح نظر الانصاف فى اطوار العالم الاسلامى وجد اكثر الامور المعاشية من الملبس والمطعم و المسكن محدثة على غير الطريق المسنون فالحاصل ان المراد من البدعة فى الحديث الشريف هى البدعة السيئة التى تخالف السنة

اور اسی معنی کرکے باریتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدیع (موجد) ہے آسمانوں اور زمینوں کا"۔

اور شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو امور دین میں نو پیدا کردہ ہو یعنے جس کا وجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نہ ہو اور وہ سنت کی مخالف اور معارض ہو۔

ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ سنت کے مخالف اور معارض ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد اتنے نئے امور پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی اس قدر عام اور شائع ہوگئے ہیں کہ ان سے نہ مقلد بچ سکتا ہے اور نہ غیر مقلد۔ یہاں تک کہ خیر القرون کا آخری حصہ بھی ان امور کی زد سے نہ بچ سکا جس پر تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔

عالم اسلامی ہی میں اگر کوئی نظر انصاف کو وسعت دیکر دیکھے تو کھانے پینے، پہننے، اور اوڑھنے، اور مکانات میں اس کے علاوہ اور دنیوی اور معاشی امور میں اکثر امور ایسے دیکھیگا جو نو پیدا کردہ ہیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انکا کوئی وجود نہ تھا۔

حاصل کلام یہ کہ مراد بدعت سے حدیث شریف میں وہ بدعت ہے جس کو سیئہ (بری) کہا جاتا ہے اور جو سنت کے مخالف اور مقابل ہے۔ لیکن وہ نو پیدا امور جو سنت کے معارض اور

وتعارضها واما الامور المحدثة
التی لم تعارض السنة فهی من
المباحات الشرعية لان
الاصل فی الاشياء الاباحة
عندنا - فان قلت اما تری
الی لفظة کل فی الحديث لان
متن الحديث ورد بلفظة کل بدعة
ضلالة وقلت ان بعض البدع
من المباحات فی الشرع فكيف يصح
هذا - قلت ليس مراد الشارع
عليه الصلوة والسلام بايراد لفظة
کل جميع اقسام البدع مطلقا حسنة
کانت او سيئة بل المراد بلفظة
کل جميع انواع البدع السيئة التی
تعارض السنة وتخالفها بدليل
قوله عليه الصلوة والسلام کما
ورد فی الصحيح عليكم بسنتی و
سنة الخلفاء الراشدين المهديين
من بعدی وليست سنة الخلفاء
رضوان الله عليهم عين
سنة النبی صلی الله عليه وسلم
لان العطف يقتضی التغاير
فلو کانت لفظة کل بدعة علی
الاطلاق لم يبق لاتباع سنة

مقابل نہیں۔ وہ مباحات شرعیہ میں داخل ہیں اس لئے کہ ہمارے مذہب میں سب اشیاء در اصل مباح ہیں (حرمت بعد میں نص شارع سے ہوتی ہے)

سوال۔ لفظ "کل" کو کیوں آپنے نظر انداز کر دیا اور کہنے لگے کہ بعض بدعتیں مباحات شرعیہ میں داخل ہیں حالانکہ متن حدیث شریف میں "کل" کا لفظ آچکا ہے یعنی ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

جواب۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد لفظ کل فرمانے سے یہ نہیں کہ یہ سب اقسام بدعت کے مطلقاً حسنہ ہو یا سیئہ (بھلی ہو یا بری) سب ضلالت اور گمراہی ہیں بلکہ لفظ "کل" سے یہ مراد ہے کہ بدعت سیئہ کے سارے اقسام جو سنت سے ٹکر کھائیں اور مخالف ہوں گمراہی ہیں۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کا وہ قول دلیل ہے جو صحاح میں وارد ہو چکا ہے کہ "میری سنت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہیں اپنے اوپر لازم پکڑو"

اور خلفائے راشدین کی سنت عین سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو نہیں سکتی اس لئے کہ عطف مغائرت کو چاہتا ہے تو اگر "کل" کا لفظ علی الاطلاق لیا جائے تو سنت

الخلفاء الراشدين محلّ ولا لقول سيدنا الفاروق رضي الله عنه نعمة البدعة هي في شان التراويح عشرين ركعة محل فلفظة كل في الحديث وردت على حد قوله تعالى ثم اجعل على كل جبل منهن جزءا ثم ادعهن ياتينك سعيا فليس المراد من لفظة كل جبل جبال العالم الدنيوي جميعها بل المراد من كل جبل الجبال الاربعة والسبعة التي كانت حاضرة هناك كما في البيضاوي. فعلم ان مراد الشارع صلى الله عليه وسلم من لفظة كل في الحديث كل بدعة سيئة قال العلماء ان من البدع ما هو واجب في هذا الزمان كنشر العلوم وبناء المدارس والرباطات ومنها ما هو سنة حسنة كاداء التراويح عشرين ركعة واتخاذ الدفاتر والديوان للحكومة سنة عمرية وتعمير المساجد بالحجارة

خلفائے راشدین کے اتباع کا کوئی موقعہ نہیں رہتا اور حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ "بیس رکعتیں تراویح بڑی اچھی بدعت ہے" کوئی محل نہیں نکلتا۔

لفظ کل کا اس حدیث میں ایسا ہے جیسا کہ کلام پاک میں حضرت ابراہیم کے قصہ میں مذکور ہے کہ: "پھر رکھدو ہر ایک پہاڑ پر (کل جبل) ایک ایک حصہ پرندوں کا پھر بلاؤ ان کو وہ آئینگے دوڑتے ہوئے"۔

یہاں لفظ "کل جبل" سے ساری دنیا کے سب پہاڑ تو مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ پر جو حاضر ہیں چار ہوں وہ پہاڑ یا سات (جیسا کہ بیضاوی نے بیان کیا ہے) ان پرندوں کا گوشت رکھدو۔

پس معلوم ہوا کہ مراد شارع صلے اللہ علیہ وسلم کی لفظ "کل" سے ہر ایک بدعت سیئہ ہی ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں سے تو اس زمانے میں واجب ہیں مثلاً علوم کی اشاعت کرنا، مدرسے اور مسافر خانے بنانا وغیرہ۔

اور بعض سنت حسنہ ہیں جیسے بیس رکعتیں تراویح پڑھنا۔ اور حکومت کیلئے دفتر اور کچہریاں بنانا (یہ سنت عمریہ ہیں) اور مساجد کو منقش

المنقوشة وخشب الساج و جمع القرآن فی المصحف سنة عثمانية ومحاربة البغاة وغيرها سنة مرتضوية ومنها ما هو مستحب او مباح كاكثر اطوار العالم فی هذا الزمان فهذا هو الوجه الثانی من الوجهين المذكورين فاطوار المشايخ رحمهم الله تعالیٰ فی الاذكار المرقبة والمراقبات الموقتة من البدع الحسنة التی تلقاها الفحول من علماء الاسلام بالقبول واستحسنوها وحثوا عليها واشتغلوا بها بل لم يعبروها بدعة ولم يرضوا باطلاق لفظة البدعة عليها كما هو مشرب مرشدنا الاعظم الامام الربانی المجدد للالف الثانی رحمة الله عليه وقد طولنا الكلام فی هذا الباب لان الكلام يجر الى الكلام لكن لا يخلو عن فائدة او فوائد لمن له قلب سليم۔

پتھر اور ساگوان کی لکڑی سے تعمیر کرنا اور قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنا (یہ سنت عثمانی ہیں) اور باغیوں وغیرہ سے جنگ کرنا (یہ سنت مرتضوی ہے)"

اور بعض بدعتیں مستحب یا مباح ہیں جیسے آجکل کے زمانے کے اکثر اوضاع اور رسوم، دو وجوہ مذکورہ میں سے یہ دوسری وجہ ہے"

پس مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے اطوار اور اذکار مرتبہ اور مراقبات موقتہ، اس بدعت حسنہ (اچھی) میں داخل ہیں جنکو نامور اور جید علماء اسلام نے قبول کیا ہے اور ان کو اچھا سمجھا ہے اور لوگوں کو ان باتوں کی طرف ترغیب دی ہے اور خود ان کاموں میں مشغول رہے ہیں بلکہ ان امور کو وہ بدعت ہی نہیں سمجھتے اور اس بات پر رضا مند ہی نہیں کہ ان پر بدعت کا لفظ استعمال کیا جائے؛ جیسا کہ ہمارے مرشد اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب ہے"

ہم نے اس باب میں کلام کو طول دیا ہے اس لئے کہ بات سے بات نکلتی رہی ہے لیکن پھر بھی یہ طول فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ انصاف پسند دل ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے"

**فصل** ثم اعلم یا اخی وفقك الله تعالی لما یحبه ویرضاه انك مسئول بعد صحة الاعتقاد بالاعمال البدنیة من الصوم والصلوٰة والحج والزکاة وسائر الاوامر الالٰهیة من اعمال البدن والقلب وترك المحرمات والمکروهات الشرعیة من اعمال القلب والبدن فعلم الفقه متکفل لتفصیل الاعمال البدنیة وعلم الاخلاق متکفل لتفصیل الاعمال القلبیة فکما ان اصلاح الظاهر موقوف علی الاعمال البدنیة کذلك اصلاح الباطن موقوف علی الاعمال القلبیة ولیس هذا محل تفصیلهما لانهما عینان تجریان بل هما بحران یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان من مشکات صدر النبی صلی الله علیه وسلم الی صدور امته فعلیك برکوب سفینة العلمین المطهرین کی یوصلك بالسلامة الی ساحل المقصود وتتبختر بعد الموت فی ریاض الملك المعبود وهانا اقرر لك بعض الضروریات

**فصل** اے بھائی اللہ تمہیں ان کاموں کی توفیق دے جنکو وہ پسند کرتا ہے اور جن سے راضی ہوتا ہے جاننا چاہیئے کہ اعتقاد صحیح کر لینے کے بعد تم مسئول اور مکلف ہو۔ اعمال بدنیہ روزہ اور نماز اور حج و زکات پر اور تمامی اوامر الٰہی پر خواہ وہ اعمال قلبیہ ہوں یا اعمال جوارح اور محرمات و مکروہات شرعیہ کے ترک کرنے پر خواہ وہ بھی قلبیہ ہوں یا بدنیہ۔ علم الفقہ اعمال بدنیہ کی تفصیل کا کفیل ہے اور علم اخلاق اعمال قلبیہ کی توضیح کا ضامن ہے پس جس طرح کہ ظاہر کی اصلاح اعمال بدنیہ پر موقوف ہے اسی طرح باطن کی اصلاح کا مدار اعمال قلب پر ہے۔ یہ مقام ان دونوں کی تفصیل کا نہیں ہے اس لئے کہ وہ دو جاری چشمے ہیں بلکہ دو سمندر ہیں جو آپس میں ملتے ہیں ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہے کہ ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کر سکتا اور یہ دونوں چشمے یا سمندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سینہ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور امت کے سینوں تک پہونچتے ہیں تم پر لازم ہے کہ ان دونوں پاکیزہ علموں کی کشتی میں سوار ہو جاؤ تاکہ یہ تمہیں سلامتی سے ساحل مقصود تک پہونچا دیں جس کی وجہ سے موت کے بعد اپنے مالک معبود کے مہیا کردہ باغوں میں گلگشت کرتے رہو گے۔

ہم ابھی تمہیں بعض ضروری باتیں اعمال قلب

من اعمال البدن والقلب مختصرا فعليك ان تقابلهما بالقبول والعمل بهما فتفوز بالدرجات العلىٰ و لا تتركهما سدى. فتخسر وتطغى۔ وقبل ان اشرع فى التفسير اعلمك بروح الاعمال ولب لبابها الا وهى الاخلاص وصحة النية فالعمل القليل بصحة النية والاخلاص خير من العمل الكثير مع فساد النية و عدم الاخلاص فان النبى صلى الله عليه وسلم قال انما الاعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى فى الحديث الطويل المتواتر فلهذا السبب كان مدّ الاصحاب او نصفه فى الانفاق خيرا من مثل جبل احد غيرهم ذهبًا۔ ولعلك تقول ما الاخلاص فاقول الاخلاص ان تعبد الله تعالىٰ تعبدًا ورقًا وامتثالا لامره وصدقا من غير ان تدخل تبلك طمع الجنة او خوف النار او شيئًا اٰخر من حظوظ النفس كائنا

اور اعمال بدن کی مختصرًا بتلا دیتے ہیں۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں قبول کرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ مقامات عالیہ پر فائز ہو سکو۔ نہیں ان کو فضول سمجھ کر نہ چھوڑ دینا کہ اس سے بے نیازی برتنے میں ٹوٹا پاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

مقصود کے شروع کرنے سے پہلے میں تمہیں سب اعمال کی روح اور جوہر اور گودا بتلا دیتا ہوں اور وہ کیا ہے؟ اخلاص " اور نیت صحیح کرنا"۔ تھوڑا سا عمل خیر بھی اخلاص او صحت نیت کے ساتھ اس عمل خیر سے جو اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن اخلاص سے نہیں بلکہ فساد نیت کے ساتھ ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ اسلئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "سب اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک آدمی وہی پائیگا جو اس نے نیت کی ہو" (حدیث طویل متواتر) اسی وجہ سے صحابۂ کرام کا ایک 'مد' (یعنی دو رطل) یا اسکا بھی نصف اللہ کے راہ میں خرچ کرنا دوسروں کے جبل اُحد کے برابر سونا صرف کرنے سے بہتر اور افضل تھا۔

اگر تم کہو کہ اخلاص کیا ہے؟ تو اس کی بھی ہم تمہیں حقیقت بتلائے دیتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہایت عاجزی اور نہایت سچائی سے محض اس کی فرمانبرداری اور غلامی کے لئے کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ دل میں جنت کی طمع کئے ہوئے ہو یا دوزخ کے خوف سے یا اور جو نفس کی